خلوص نیت کا پھل

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من كانت نيته الآخرة جعل الله تبارك و تعالى الغنى في قلبه وجمع شمله ونزع الفقرمن بين عينيه وأتته الدنيا وهي راغمة ، فلا يصبح إلا غنيا ولا يمسي إلا غنيا.))(مسند البزار:١٣/ ٢٢١)

”جس شخص کی نیت آخرت (کی کامیابی) ہو تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے دل میں تونگری رکھ دیتے ہیں، اس کے بکھرے ہوئے معاملات کی شیرازہ بندی فرما دیتے ہیں اور دیکھتے دیکھتے اللہ تعالیٰ اس کا فقر ختم کر دیتے ہیں اور دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آجاتی ہے تو اس کی صبح وشام تونگری میں گزرتی ہے۔“

بندے کی سعادت

ہر انسان کی اولین تمنا یہ ہوتی ہے کہ اسے نیک بختی حاصل ہو، ہر کام کا اچھا نتیجہ ظاہر ہو اور دونوں جہانوں میں اسے سکون و کامیابی اور عزت وسربلندی حاصل رہے۔ اسی سعادت کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ نے شریعت نازل فرمائی ہے، شریعت کے احکام اصل میں انسان کو اسی سعادت وفلاح کی منزل تک لے جانا چاہتے ہیں، علامہ ابن القیم (متوفی ۷۵۱ھ) نے تین اوصاف کو انسانی سعادت کا عنوان قرار دیا ہے، لکھتے ہیں:

''نعمت پر شکر، مصیبت میں صبر اور گناہ پر استغفار، یہی تین اوصاف ہیں جنھیں دنیا و آخرت میں بندے کی کامیابی کی علامت مانا جاتا ہے۔''

مزید لکھا ہے کہ بندہ نعمت پر جو شکر کرتا ہے اس میں تین چیزیں ہوتی ہیں؛ اول یہ کہ وہ نعمتوں کا باطن میں اعتراف کرتا ہے، دوم یہ کہ ظاہر میں ان کو بیان کرتا ہے، سوم یہ کہ ان کو اللہ کی رضا اور عبادت میں استعمال کرتا ہے۔

دوسرا وصف آزمائش میں صبر کا ہے۔ اور صبر میں نفس کو تقدیر پر ناراضی سے روکا جاتا ہے اور زبان کو اعتراف سے روکا جاتا ہے اور اعضاء وجوارح کو نافرمانی سے روکا جاتا ہے، مثلاً: طمانچہ مارنا، کپڑے پھاڑنا اور بال نوچنا۔ صبر کے یہ تین ارکان جب بندے کے اندر پیدا ہو جاتے ہیں تو آزمائش اس کے حق میں نوازش بن جاتی ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ بندے کو ہلاکت کے لیے آزمائش میں نہیں ڈالتا بلکہ اس کے صبر اور عبودیت کا امتحان لینا چاہتا ہے۔ بندے کا فرض ہے کہ رنج اور خوشی دونوں حالتوں میں اللہ کی عبادت کرے، خوشی اور آرام میں اللہ کی عبادت سبھی لوگ کرتے ہیں لیکن غور طلب یہ امر ہے کہ سختی اور تکلیف کی حالت میں کون اللہ کی عبادت میں لذت محسوس کرتا ہے۔ سخت گرمی میں ٹھنڈے پانی سے وضو کرنا بلاشبہ عبادت ہے لیکن سخت سردی میں ٹھنڈے پانی سے وضو، لوگوں کا خوف نہ رکھتے ہوئے خواہشاتِ نفس کی پیروی سے گریز اور تنگ دستی کے باوجود اہل وعیال پر خرچ بھی عبادت ہے اور دونوں میں جو عظیم فرق ہے اسے صاحب نظر مسلمان سمجھ سکتا ہے۔ مذکورہ دونوں حالتوں میں عبادت و بندگی پر قائم رہنا ہی اصل کمال ہے، ایسے بندے کے متعلق ارشاد ہے:

﴿أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ﴾ [الزمر: ٣٦]

''کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں؟''

ابن القیم نے وضاحت کی ہے کہ عبودیت کے مطابق کفایت ہوگی، اگر بندے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کفایت میں کمی محسوس ہو رہی ہے تو اسے خود اپنے اندر اس کا سبب تلاش کرنا چاہیے۔ (الوابل الصیب، ص: ۱۸)

تیسرا وصف گناہ پر استغفار کا ہے۔ استغفار اصل میں ذکر کی ایک ہم صورت ہے، بشریت کے تقاضے سے انسان سے گناہ ہونا بعید نہیں، اللہ تعالیٰ نے صرف رسولوں اور نبیوں کو معصوم عن الخطا قرار دیا ہے، بقیہ لوگوں میں کوئی بھی معصوم نہیں، اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ گناہ کے بعد استغفار نہ ہو تو پھر بندے کی بخشش کی کیا صورت باقی بچے گی؟ (ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا

بانی
مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ

سرپرست
مولانا ابوبکر صدیق السلفی

مسلک اہلحدیث کا داعی و ترجمان

ہفت روزہ الاعتصام لاہور

یکے از مطبوعات دار الدعوۃ السلفیة

یکم ربیع الأول 1435ھ جمعة المبارک 3 تا 9 جنوری 2014ء

شمارہ 01 جلد 66

بدل اشتراک

فی پرچہ	:	-/12 روپے
سالانہ	:	-/500 روپے
بیرونی ممالک سے	:	-/200 ریال -/60 ڈالر امریکی

خط کتابت کے لیے	:	ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر	:	ABL 2466-4 بلال گنج برانچ لاہور
فون نمبر	:	042-3735 4406
فیکس نمبر	:	042-37229802
رجسٹرڈ نمبر	:	CPL : 12

E-Mail: al.aitisam@gmail.com

پرنٹر: پرنٹ یارڈ پرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاکر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

اداریہ

جو ہم سے ہو سکا

حافظ احمد شاکر

الحمد لله حمداً كثيرا طيبًا مباركاً فيه والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين وعلى آله وأصحابه أجمعين.

ہفت روزہ ''الاعتصام'' اپنی عمر کے کم وبیش پینسٹھ سال مکمل کر کے چھیاسٹھویں سال میں داخل ہو رہا ہے یہ صرف اور صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فضل واحسان ہے کہ اس نے دین حق کی اس ننھی سی جھلملاتی لَو کو حالات کے اُونچ نیچ اور بادِصرصر کے تھپیڑوں کے باوجود اب تک روشن رکھا ہوا ہے اور اس نے اپنی بے پایاں رحمت سے ہمیں اس کی خدمت کی توفیق سے نوازا ہوا ہے، الحمد للہ۔

اس کی بقا میں اللہ تعالیٰ کے فضل، بانی رحمہ اللہ کے اخلاص، قارئین کی پذیرائی، معاونین کی حوصلہ افزائی، بانی رحمہ اللہ کے مخلص احباب، نیاز مندوں، عقیدت مندوں، دارالدعوۃ السّلفیہ کے ذی وقار اراکین، رفقائے کار کی لگن وریاضت اور سب سے زیادہ دارالدعوۃ السّلفیہ کے صدر گرامی مولانا ابوبکر صدیق السّلفی حفظہ اللہ کا بنیادی حصہ ہے جو ادارے کے انتظامی اُمور کی راہ نمائی اور کارکنوں کی نگرانی کے علاوہ اس کے گراں قدر مالی تعاون میں بھی ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں۔ جزاه الله عنا وعن جمع المسلين خير الجزاء.

صدر گرامی مولانا ابوبکر صدیق السّلفی حفظہ اللہ ''الاعتصام'' کے بانی رحمہ اللہ کے ہونہار اور ایسے بااعتماد شاگردوں میں سے ہیں جنھیں جملہ معانی ومفاہیم کے ساتھ تلمیذ رشید کہا جا سکتا ہے اور جن کی حسنات ان کے استاذ رحمہ اللہ کے لیے یقیناً صدقۂ جاریہ ہیں۔ كثّر الله فينا أمثاله.

''الاعتصام'' پر اللہ ذوالجلال والاکرام کے جو اَن گنت احسانات ہیں ان میں سے تحدیث نعمت کے طور پر چند کا ذکر کیا جاتا ہے:

- اس کا تسلسل، یعنی اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس کی اشاعت میں کبھی ناغہ نہیں ہوا۔
- جماعت کے باہمی تنظیمی اختلافات کے اظہار اور اُن پر گفتگو سے ہمیشہ کنارہ کش رہا۔
- مسلک حق اہل حدیث کی دعوت ہمیشہ سے مدلل اور مثبت انداز میں دیتا ہے، علمی اختلافات اور مسائل میں مختلف آراء ہوتی ہیں لیکن الاعتصام نے مخالفت کو کبھی بہ طور پالیسی نہیں اپنایا۔
- سیاسیات میں ہمیشہ خیر کا ساتھ دیا اور شر سے نہ صرف مجتنب رہا بلکہ احقاقِ حق سے بھی کبھی غافل نہیں رہا، اسی اُصول کی بنا پر اس نے کبھی کسی سیاسی جماعت کی نہ وکالت کی اور نہ وہ کسی سیاسی جماعت کے ساتھ چپکا۔
- اظہارِ رائے کے حق کے ساتھ ''الاعتصام'' کا جماعت کی اولین تنظیم مرکزی جمعیت اہل حدیث کے ساتھ قلبی اور جذباتی تعلق رہا۔
- سیاسی ومسلکی اختلافات کے اظہار میں ناروا اور طنز وتشنیع کے رویے سے ہمیشہ گریزاں رہا۔
- ''الاعتصام'' قارئین کے لیے درس قرآن وحدیث کے ساتھ ساتھ اہل حدیث علماء واَعیان کے حالات شائع کرنے کی خدمت بھی کر رہا ہے اور قارئین کی ضیافت طبع کے لیے ادبی چاشنی مہیا کرنے کے لیے اصلاحی وسیاسی اشعار کا اہتمام بھی کرتا ہے۔
- دارالدعوۃ السّلفیہ کے اہم شعبہ ''محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری'' کے اردو حصے کی فہرست بھی شائع کر رہا ہے جب کہ عربی حصے کی فہرست تقریباً مکمل شائع کی جا چکی ہے۔

❁ قارئین کرام کو وطن عزیز اور عالمی تازہ ترین سیاسی حالات سے باخبر رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔
❁ اخبارات وجرائد کا اشاریہ دور حاضر کی ایک علمی ضرورت بن چکا ہے۔ ''الاعتصام'' کے اشاریے کا عمل مختلف اوقات میں قلت وسائل کی بنا پر بھی اور بہتر سے بہتر صورت میں لانے کی کوشش میں بھی ایک عرصے سے دھیمی رفتار سے جاری تھا جو بحمد اللہ سال گزشتہ میں تقریباً مکمل ہو چکا ہے۔ ہم ان شاء اللہ جلد ہی اس کی کمپیوٹر کمپوزنگ کروا کر سی ڈی کی صورت شائقین کی خدمت میں پیش کر سکیں گے۔
❁ ''الاعتصام'' کی سافٹ کاپی کی ابتدا بھی کر دی گئی ہے جو ادارے کی ویب سائٹ پر اپ لوڈنگ (Uploading) کے مراحل میں ہے۔ ہم قارئین کو اس کی تازہ ترین صورتِ حال سے مطلع کرتے رہیں گے تاکہ ''الاعتصام'' کا فیض زیادہ عام ہو سکے۔ ان شاء اللہ
❁ دارالدعوۃ کے رفقائے کار نے ''الاعتصام'' کا سٹاک یک جا کر کے بہت سے سالوں کی مکمل فائلیں بھی تیار کر لی ہیں، خواہش منداحباب، ادارے، سرکاری، ذاتی اور اداروں کی لائبریریاں رابطہ کر کے طلب کریں جو لائبریری کی زینت بھی بڑھا سکتی ہیں اور نامکمل فائلیں مکمل بھی کر سکتی ہیں۔

یہ تھا ''الاعتصام'' کی خدمات وامتیازات کا اجمالی سا تعارف۔

جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ ''الاعتصام'' دارالدعوۃ السّلفیہ ہی کے زیر انتظام اور اس کا ایک ذیلی شعبہ ہے، اس لیے معاونین ومخلصین کو یہ بتاتے ہوئے ہم یک گونہ خوشی محسوس کرتے ہیں کہ

دارالدعوۃ السّلفیہ کے قیام کی بنیادی غرض تو اہل علم اور علماء وطلباء کو مطالعہ اور دلائل واستفادے کے لیے، یعنی علمی توشہ (الحمدللہ محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری میں تفسیر، علوم تفسیر، متونِ حدیث، شروحِ حدیث، اُصولِ حدیث، لغتِ حدیث، رجالِ حدیث، فقہ، یعنی فقہ حنفی، فقہ شافعی، فقہ مالکی، فقہ حنبلی، فقہ ظاہری اور فقہ جعفری کی امہات الکتب موجود ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اصول فقہ، سیرت النبی، سیر الصحابہ، عربی لغت، ادب عربی کے علاوہ عقیدہ، شیخین (امام ابن تیمیہ اور ابن قیم رحمہما اللہ)، ولی اللّٰہی خاندان رحمہم اللہ اور نواب صدیق حسن خان قنوجی رحمہ اللہ کی تصنیفات، نیز اردو کا وقیع ذخیرہ بھی) مہیا کرنا تھا۔ تاہم ان علمی نشاطات کے ساتھ دارالدعوۃ نے مختلف اوقات میں عمومی مسائل پر چھوٹے چھوٹے رسائل کے ساتھ بعض اہم علمی کتب ''خودنوشت نواب صدیق حسن خاں'' مرزا قادیانی کے کفر پر علمائے اسلام کا متفقہ فتوی ''تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکاۃ'' (بڑے سائز میں چار حصے دو ضخیم جلدوں میں) منتقی الاخبار مترجم (تقریباً ۱۲۰۰ صفحات) کی اشاعت بھی دارالدعوۃ کی خدمات کا حصہ ہیں۔

چند سالوں سے نماز ظہر کے بعد باقاعدہ درس کا اہتمام بھی ہے، بحمد اللہ علاقے کے تاجر حضرات بڑے شوق سے اس میں شامل ہوتے ہیں۔

دارالدعوۃ کی مجلس عاملہ کی بہت دیر سے خواہش تھی کہ دارالدعوۃ میں ایک ماہانہ علمی درس کا اہتمام بھی کیا جائے جس میں سوال وجواب کی نشست بھی ہو، مجلس عاملہ کے اجلاس (منعقدہ ۲ / اکتوبر ۲۰۱۳ء) میں صدر ادارہ مولانا ابوبکر صدیق السّلفی حفظہ اللہ نے اس درس کو بہ تاکید شروع کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ اب احباب کے مشورے سے ہر انگریزی ماہ کے پہلے بدھ کو بعد نماز عصر درس قرآن وحدیث کرانے کا فیصلہ کیا گیا ہے، چنانچہ پہلا درس یکم جنوری ۲۰۱۴ء بروز بدھ بعد نماز عصر جماعت کے معروف ومؤثر خطیب مولانا قاری عبدالمتین اصغر حفظہ اللہ ارشاد فرمائیں گے، ان شاء اللہ۔

دارالدعوۃ کے محبّ خاص الشیخ عارف جاوید محمدی حفظہ اللہ (کویت) ''محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری'' کے لیے علمی کتب کے تحائف بھیجتے رہتے ہیں۔ اس سال بعض محبین کے تعاون سے لائبریری کے لیے کتب احادیث کی نئی طبع کا مکمل سیٹ بھی خریدا گیا اور اب کچھ مزید خریدنے کے لیے ایک عزیز نے کچھ رقم دی ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ تمام محبین ومخلصین کی حسنات قبول فرمائے، ادارے کے لیے ان کی محبت اور اخلاص کو ان کا زادِ آخرت بنائے اور خصوصاً ہمارے رفقائے کار کو اجرِ جزیل عطا فرمائے جو تن دہی سے دارالدعوۃ کی خدمت میں کوشاں رہتے ہیں۔

درس قرآن

قسط نمبر ۳۵

تفسیر سورۃ الصّٰفّٰت

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

﴿اِنَّهُمْ اَلْفَوْا آبَاءَ هُمْ ضَالِّيْنَ﴾ اس میں ان کے مجرم ہونے کا سبب بیان ہوا ہے اور اُس علت کا بیان ہے جس کے باعث وہ جہنم کا ایندھن بنے ہیں کہ اُنھوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا تو انھی کے نقش قدم پر چل پڑے۔

﴿يُهْرَعُوْنَ﴾ یہ باب افعال ''اِہراع'' سے مضارع مجہول کا صیغہ ہے۔ اور ''ہرع'' کے معنی سختی اور تخویف سے ہانکنے اور چلانے کے ہیں۔ اور ''ہریع'' کا معنی تیز رو اور چلا کر رونے والا ہے۔ اور ''اہراع'' میں تیزی یا تیز رفتاری کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ اور مجہول کے صیغے میں اندرونی قوت متحرکہ کی شدت کی طرف اشارہ ہے، یعنی وہ اندرونی قوت کے آگے بے بسی میں دوڑائے اور ہانکے چلے جا رہے ہیں۔ دلائل و براہین کے مقابلے میں اُنھوں نے اپنے گمراہ باپ دادا کی اندھی پیروی کی:

﴿وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَ نَا اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ﴾ [البقرۃ: ۱۷۰]

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے: اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، کیا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ سمجھتے ہوں اور نہ ہدایت پاتے ہوں۔''

بلکہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت کے جواب میں یہی تقلید آباء کو بہانہ بنایا گیا:

﴿وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ﴾ [الزخرف: ۲۳]

''اور اسی طرح ہم نے تجھ سے پہلے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا مگر اس کے خوش حال لوگوں نے کہا کہ بے شک ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک راستے پر پایا اور بے شک ہم انھی کے قدموں کے نشانوں کے پیچھے چلنے والے ہیں۔''

حکم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کی پیروی کا ہے مگر وہ اس کی بجائے اپنے باپ دادا کے نشانِ قدم کی پیروی کو ہدایت سمجھتے تھے۔ دلیل کے مقابلے میں یہ تقلید آباء گمراہی کی جڑ ہے۔ اُنھوں نے یہ سوچنے سمجھنے کی زحمت ہی گوارا نہ کی کہ جو کچھ ہمارے آباء و اجداد کر رہے ہیں وہ درست بھی ہے یا نہیں۔ حتی کہ ان کو سمجھانے کے لیے انبیائے کرام علیہم السلام بھی آئے مگر اُنھوں نے ان کی بات بھی تسلیم نہ کی اور الٹا ان کی مخالفت پر اُتر آئے۔ یہ سب محض باپ دادا کی اندھی تقلید کا نتیجہ تھا۔ دلیل کے مقابلے میں کسی کی اندھی تقلید کی مذمت اس آیت سے بالکل عیاں ہے۔ امام رازی نے تو فرمایا ہے:

"لو لم يوجد في القرآن آية غير هذه الآية في ذم التقليد لكفى." (التفسير الكبير: ۲۶/ ۱۴۳)

''اگر تقلید کی مذمت میں قرآن مجید میں اس آیت کے علاوہ کوئی آیت نہ ہو تو یہی ایک آیت کافی ہے۔''



درسِ حدیث

اربعین اعتقادی

ترجمہ وفوائد
حافظ ریاض عاقب اثری

فرائد الفوائد في جمع الأربعين من أحاديث العقائد

باب: بعثة النبي إلى الناس عامة ، وقول الله تعالىٰ:

﴿قُلْ يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾[الأعراف:١٥٨]

وقوله تعالىٰ:

﴿وَمَآ أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ.﴾[سباء:٢٨]

٢٦ـعن جابر بن عبدالله رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ((أعطيت خمسالم يعطهن أحد قبلي؛ نصرت بالرعب سيرة شهر ، وجعلت لي الأرض مسجداًو طهورًا ، فأيمارجل من أمتي أدركته الصلاة فليصل ، وأحلت لي الغنائم ولم تحل لأحد قبلي ، وأعطيت الشفاعة ، وكان النبي يبعث إلى قومه خاصة وبعثت إلى الناس عامة.))

(صحيح بخاري، رقم: ٣٣٥، صحيح مسلم، رقم: ٥٢١)

نبی کریم ﷺ کی عالم گیر رسالت:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

’’کہہ دیں: اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔‘‘

نیز فرمان ربانی ہے:

’’اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر تمام لوگوں کے لیے خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔‘‘

۲۶: سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مجھے پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو عطا نہیں کی گئیں؛ (۱) ایک مہینے کی مسافت رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی ہے۔ (۲) تمام زمین میرے لیے سجدہ گاہ اور پاک بنا دی گئی ہے۔ پس میری اُمت کا کوئی بھی فرد کسی بھی جگہ نماز پڑھ سکتا ہے جب نماز کا وقت ہو جائے۔ (۳) میرے لیے غنیمت حلال کر دی گئی ہے جب کہ مجھ سے پہلے وہ کسی کے لیے حلال نہیں تھی۔ (۴) مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے۔ (۵) نبی اپنی قوم کے لیے مبعوث کیا جاتا تھا جب کہ مجھے عمومی طور پر تمام انسانوں کے لیے مبعوث کیا گیا ہے۔‘‘

فوائد:

۱: مندرجہ بالا آیات محمد عربی ﷺ کی عالم گیر رسالت کے اثبات میں بالکل واضح ہیں۔

۲: رسول اللہ ﷺ تمام انسانوں کے لیے رسول بنا کر مبعوث کیے گئے۔ آپ ﷺ سے قبل انبیاء علیہم السلام خاص علاقے اور قوم کی طرف مبعوث ہوتے تھے۔

۳: اس حدیث کے مطابق بعثت کے اس امتیاز سے رسول اللہ ﷺ کی فضیلت کا اظہار ہوتا ہے۔

۴: اس حدیث میں جو پانچ خصائص کا تذکرہ ہوا ہے تو اس عدد میں حصر مقصود نہیں ہے۔ ان خصائص کے علاوہ اور خصائص بھی ہیں جو دیگر احادیث سے ثابت ہیں۔ اس بارے علامہ سیوطی رحمہ اللہ کی کتاب ’’الخصائص الکبریٰ‘‘ قابلِ مطالعہ ہے۔

(باقی صفحہ ۸ پر ملاحظہ فرمائیں)

افتاء

اللہ کو چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ سے بارش کی استدعا؟

مفتی محمد عبید اللہ خاں عفیف حفظہ اللہ (بانی مسجد امۃ العزیز اہل حدیث، فیصل آباد)

سوال محترم جناب مفتی محمد عبید اللہ خاں عفیف ! جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ قبوری حضرات کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے روضہ شریف میں بہ قیدِ حیاتِ دنیوی ہیں اور سائلین کی فرمائش سنتے اور ان کی حاجتیں پوری کرتے اور کروادیتے ہیں اور وہ بہ طورِ دلیل ''البداية والنهاية ''اور''فتح الباري '' کے حوالے سے یہ واقعہ پیش کرتے ہیں:

"عن أبي صالح عن مالك قال: أصحاب الناس قحط في زمن عمر بن الخطاب فجاء رجل إلى قبر النبي ﷺ فقال: يا رسول الله ﷺ! استسقي لأمتك فإنهم هلكوا، فأتى الرجل في المنام فقيل له: ائت عمر فاكره اسلام و أخبره أنكم يسقون وكله عليك القيس ." وقال:"إسناده صحيح ."

(البداية والنهاية: ٧ / ٢٠٥)

حافظ ابن حجر نے اس حدیث پر بحث کرکے اسے صحیح قرار دیا ہے۔(فتح الباری:۲/۶۲۹،۶۳۰)

گزارش ہے کہ کیا حافظ ابن کثیر اور حافظ ابن حجر عسقلانی کا اس قصے کے آخر میں ''إسناده صحيح '' کہنا فی الحقیقت صحیح ہے یا نہیں؟ نیز اس قصے کا حکم کیا ہے؟ کیا اس واقعے کو بہ طورِ دلیل پیش کیا جاسکتا ہے؟

جواب معلوم ہوتا ہے کہ سائل نے ''البداية والنهاية ''اور''فتح الباري '' کو مس نہیں کیا بلکہ کسی بریلوی کی کتاب سے نقل کردیا ہے، ورنہ وہ مذکورہ بالا غلطیوں کے مرتکب نہ ہوتے، لہٰذا اصل عبارت یہ ہے:

"عن الأعمش عن أبي صالح عن مالك أصاب الناس قحط في زمن عمر بن الخطاب فجاء رجل إلى قبر النبي ﷺ فقال: يا رسول الله! استسق الله لأمتك فإنهم قد هلكوا، فأتاه رسول الله ﷺ في المنام فقال: ((ائت عمر فأقرئه مني السلام وأخبرهم أنهم مسقون وقُل له: عليك بالكيس الكيس .))" (البداية والنهاية : ٧/ ٢٠٥)

''مالک الدار(البداية والنهاية کے مطابق اور مالک الداری فتح الباري کے مطابق) کہتے ہیں: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں قحط پڑ گیا تو ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے روضہ شریف پر حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! قحط کے ہاتھوں آپ کی اُمت ہلاک ہو رہی ہے، آپ اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا فرمائیں۔تو رسول اللہ ﷺ خواب میں اس سائل کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: عمر بن خطاب کے پاس جاؤ اور ان کو میرا سلام پہنچاؤ اور ان کو بارش کی نوید سنا دو اور عمر کو یہ بھی کہہ دو کہ (ہر حکم اور ہر کام میں) حزم واحتیاط کو لازم پکڑو۔''

مجھے اعتراف ہے کہ حافظ ابن کثیر اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ دونوں عبقری شخصیت کے حامل ہیں اور دونوں نے اس قصے کی سند کو ''أسناده صحيح '' کہا ہے۔اور یہ بھی میرے علم میں ہے کہ یہ دونوں اسماء الرجال کے شناور، وسعتِ مطالعہ اور تتبع وتلاش میں ید طولیٰ اور حدیث کے صحیح وسقیم میں مہارت تامہ رکھتے ہیں۔ بایں ہمہ صفات اس قصے کی

پوری سند کو صحیح کہنا درست نہیں۔ یہ سند صحیح ضرور ہے مگر ابو صالح تک تو صحیح ہے، آگے مالک تک صحیح نہیں کیوں کہ مالک داری مجہول راوی ہے، اس کا کچھ اتا پتا نہیں، جیسا کہ الشیخ ریاض عبدالحمید اور الشیخ محمد حسان عبید دونوں تصریح فرماتے ہیں:

" هـذا إسـنـا د صـحيـح أي إلى مالك الدار ومالك مجهول . "

''إسناده صحيح کا یہ مطلب صحیح نہیں کہ پوری سند صحیح ہے بلکہ اس سے مراد صرف یہ ہے کہ یہ ابو صالح تک صحیح ہے اور ابو صالح سے آگے سند صحیح نہیں کیوں کہ مالک الدار مجہول ہے۔''

لہٰذا یہ قصہ ضعیف ہے۔ ملاحظہ ہو حاشية البداية والنهاية (ص:٢٠٥)

رہا یہ کہ حافظ ابن حجر کا مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالے سے "بإسناد صحيح من رواية أبي صالح عن مالك الداري وكان خازن عمر" کہنا صحیح نہیں۔ ہمارے سامنے اس وقت ''فتح الباري '' کا وہ ایڈیشن ہے جو الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ کی تحقیق کے ساتھ طبع ہوا ہے، اس کا حاشیہ نگار کہتا ہے:

''اگر حافظ ابن حجر کے اس حکم ''إسناده صحيح ''کو تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بارش کی فرمائش کے جواز میں بہ وجوہ یہ قصہ حجت نہیں ؛ (١) اول اس لیے کہ سائل مجہول ہے، کوئی پتا نہیں کہ یہ کون ہے اور کیسا ہے ؟ (٢) یہ قصہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماعی عمل کے خلاف ہے حالانکہ سنت کے بارے میں جتنا علم صحابہ رضی اللہ عنہم کو ہے اتنا کسی اور کو ہرگز نہیں، اس کے باوجود کسی صحابی کا بارش وغیرہ کی فرمائش لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر حاضر ہونا ثابت نہیں۔ (٣) اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر حاضر ہو کر بارش کا حصول ممکن ہوتا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ کو لے کر بارش کے لیے کھلے میدان میں جانے کی بجائے خود ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر تشریف لاتے اور بارش کی فرمائش کرتے۔ پھر یہ کہ کسی صحابی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس عمل پر اعتراض نہیں کیا گویا صحابہ رضی اللہ عنہم کا اس پر اجماع ہے کہ اہل قبور سے استمداد جائز نہیں۔ مزید یہ کہ سائل کا یہ فعل استمداد من دون اللہ کی وجہ سے من قبیل شرک ہے جو کسی بھی مشکل میں جائز نہیں، لہٰذا یہ ضعیف قصہ اس مسئلے میں حجت نہیں۔''

سائل کا یہ کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں حضرت بلال بن حارث کے پاس آئے تھے، صحیح نہیں کیوں کہ جس روایت میں ان کا نام مذکور ہے وہ سند صحیح نہیں؛" ففي صحة ذلك نظر . "یعنی سیف نامی راوی کی حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے سند نقل نہیں فرمائی، لہٰذا اُس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ هذا ما عندي والله تعالىٰ أعلم بالصواب.

(بقيه اربعين اعتقادي)

٥: اس اُمت کے لیے نماز کے لیے کوئی جگہ مخصوص نہیں کی گئی تمام روئے زمین پر نماز پڑھنا درست ہے۔ جب کہ سابقہ انبیاء علیہم السلام اور ان کی قومیں صرف مخصوص مقامات پر ہی نماز ادا کر سکتے تھے۔ مگر اس اُمت پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے۔

٦: تمام پاک زمین کی مٹی سے تیمّم کرنا جائز ہے۔

٧: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنوں پر رعب کے ساتھ مدد فرمائی ہے۔ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک مہینے کی مسافت پر ہوتے اور دشمن خوف کے مارے بھاگ اُٹھتے تھے۔ یہ اللہ کی طرف سے بہت بڑی مدد تھی۔

٨: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کبریٰ سے نوازا گیا۔ روزِ قیامت جب باقی انبیاء علیہم السلام شفاعت سے معذرت کر لیں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُمت مسلمہ کی شفاعت کریں گے۔

٩: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے لیے اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت کو حلال کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل یہ مال سابقہ انبیاء اور ان کی اُمتوں پر حرام تھا۔

١٠: اس حدیث میں اُمت محمدیہ کی باقی تمام اُمتوں پر فضیلت کا بھی اظہار ہے جو اس اُمت کے لیے بہت بڑا اشرف ہے۔

اللہ تعالیٰ اور بندے کی آپس میں محبت

اور اہل السنۃ والحدیث کے نزدیک اس کا معنی

موہب الرحیم

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ اللہ اپنی بعض مخلوقات سے محبت کرتا ہے اور اس سے بھی محبت کی جاتی ہے اور وہی ذات ہے جو محبوب لذاتہ ہونی چاہیے تو جان لیں کہ کسی شخص کا ایمان تب تک درست نہیں ہو سکتا جب تک اللہ اور اس کا رسول ﷺ اسے سب سے زیادہ محبوب نہ ہو جائیں۔ یہی ایمان کا خاصہ اور یہی ایمان کی روح ہے، یہی عبادت کا اہم جز ہے اور اسی محبت کا ہم میں فقدان ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لایؤمن أحدکم حتی یکون اللّٰه ورسوله أحب إلیه من والده وولده والناس أجمعین.))

(صحیح بخاری، رقم: ١٥)

''تم اس وقت تک صاحبِ ایمان نہیں ہو سکتے جب تک اللہ اور اس کا رسول تمھیں اپنے والد، اپنی اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جائیں۔''

اور فرمایا:

((ثلاث من کن فیه وجد حلاوة الإیمان ؛ أن یکون اللّٰه و رسوله أحب إلیه مما سواهما......إلخ.))(صحیح بخاری، رقم:١٦)

''تین خصلتیں جس میں آ جائیں اس نے ایمانی حلاوت پالی؛ (ان تین میں سے ایک یہ ہے کہ) اللہ اور اس کا رسول اسے سب سے زیادہ محبوب ہو جائیں......الخ''

اگر اللہ اور اس کا رسول سب سے زیادہ محبوب نہیں تو پھر وہ وعید کا مستحق ہے:

﴿قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَ اَبْنَآؤُکُمْ وَ اِخْوَانُکُمْ وَ اَزْوَاجُکُمْ وَ عَشِیْرَتُکُمْ وَ اَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَهَا وَ مَسٰکِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ﴾[التوبة:٢٤]

''کہہ دے: اگر تمھارے باپ، بیٹے، بھائی، بیویاں اور تمھارے خاندان اور وہ اموال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے مندا پڑنے سے تم ڈرتے ہو اور رہنے کے مکانات جنھیں تم پسند کرتے ہو، تمھیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أفضل الأعمال الحب في اللّٰه والبغض في اللّٰه.)) (سنن أبي داود، رقم: ٤٥٩٩)

''سب سے افضل عمل اللہ کی ذات کے لیے محبت اور اسی کے لیے بغض ہے۔''

اور آپ ﷺ ہی کا فرمان ہے:

((من أحب للّٰه وأبغض للّٰه وأعطی للّٰه ومنع للّٰه فقد استکمل الإیمان.))

(سنن أبی داود، رقم: ٤٦٨١)

''جس نے اللہ کے لیے محبت کی، اسی کے لیے کسی سے بغض رکھا، اس کے لیے ہی روکا اور اسی کے لیے عطا کیا تو یقیناً اس

نے ایمان کو مکمل کرلیا۔''

ابوعبداللہ النباجی کا کہنا ہے:

"أفضل نعم الله تعالى على خلقه ما الهمهم من حبه ، فلو تقربت إلى الله بكل عمل لم تكن فيه محبة لم تقبل."

(تهذيب الأسرار للخركوشي، ص:٦٠)

''اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوق پر افضل نعمت یہ ہے کہ اس نے اپنی محبت ان کے دلوں میں داخل دی ہے، پس اگر میں ہر ممکن عمل کرکے اللہ کا تقرب پانا چاہوں مگر اس میں اللہ کی محبت شامل نہ ہوتو میرا کوئی بھی عمل قبول نہیں کیا جائے گا۔''

لیکن جو اللہ کی محبت کا ارادہ کرلے اسے اپنے دل کو تمام نجاستوں سے ضرور صاف رکھنا چاہیے۔ ابو القاسم حسین بن محمد راغب الاصفہانی (م۵۰۲ھ) لکھتے ہیں:

"كما لاتدخل الملائكة الحاملة للبركات بيتا فيه صورة او كلب كذالك لا تدخل السكينات الجالبة للبينات قلبا فيه كبر أوحرص."(مفردات القرآن، ص: ٥)

''جس طرح برکت بردار فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر یا کتا ہو، اسی طرح بینات کو لانے والی سکینت اس دل میں داخل نہیں ہوتی جس میں حرص یا تکبر ہو۔''

حدیث رسول ﷺ ((لا تدخل الملائكة بيتا فيه كلب ولا صورة)) کے بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"كانت الملائكة المخلوقون يمنعها الكلب والصورة من دخول البيت ، فكيف تلج معرفة الله عزوجل ومحبته وحلاوة ذكره والأنس بقربه في قلب ممتلئ بكلاب الشهوات وصورها."(مدارج السالكين :٢/ ٣٣٦)

''فرشتے جو مخلوق ہیں، انھیں گھر میں دخول سے کتا اور تصور مانع ہے تو اللہ عزوجل کی معرفت، اس کی محبت، اس کے ذکر کی مٹھاس اور اس کے قرب کا اُنس اس دل میں کیسے داخل ہو سکتا ہے جو شہوتوں کے کتوں اور ان کی صورتوں سے بھرا ہو۔''

سہل بن عبداللہ التستری سے مروی ہے:

"حرام على القلب أن يدخله النور و فيه شيء مما يكرهه الله سبحانه و تعالى."

(لطائف المعارف ، ص: ٣٥)

''اس دل پر حرام ہے کہ اس میں نور داخل ہو جس میں اللہ کو ناپسندیدہ کوئی بھی چیز ہو۔''

پس اللہ کی محبت کے لیے دل کا تنقیہ و تنقیح ضروری ہے، ورنہ نور اور ظلمت اکٹھے نہیں ہوسکتے۔ جس طرح ایک ہی دل میں اللہ کی محبت اور شیطان کی محبت مجتمع نہیں ہوسکتی، اسی طرح ایک ہی دل میں اللہ کے دوستوں کی محبت اور اس کے دشمنوں کی محبت اکٹھی نہیں ہوسکتی۔ اور اللہ کی محبت قلب سلیم ہی میں آ سکتی ہے۔

محبت کی علامات:

محبت کی جو تقسیم کی جاتی ہے کہ فلاں محبت جنسی، فلاں طبعی، فلاں عقلی اور فلاں شرعی محبت ہے اس سے محبت کے لازمی اوصاف نہیں بدلتے، اس لیے محبت کسی سے بھی ہو اس کی علامات ایک سی ہیں اور اس کے اثرات کے مرتب ہونے کا انداز ایک سا ہے۔ ہاں محبت اگر اللہ کے تابع نہ ہو تو لذت سے زیادہ الم کا باعث ضرور بنتی ہے۔

محبت کی بعض علامات درج ذیل ہیں:

۱۔محبوب کی ہر دم یاد:

محبت مُحِبّ کے افکار پر قبضہ جمالیتی ہے اور اس کو کچھ اور سوچنے کی اجازت نہیں دیتی۔ جسم تو مُحِبّ کا غیر محبوب کے ساتھ ضرور ہوتا ہے مگر وہ غیر محبوب کے ساتھ ہوتا بھی ہے اور نہیں بھی ہوتا۔

ولقد جعلتك في الفؤاد محدثي
وأبحت جسمي من أراد جلوسي

فالجسم مني للجليس مؤانس
وحبيب قلبي في الفؤاد أنيسي
''اور تجھے میں نے دل میں اپنے سے باتیں کرنے والا بنایا ہے، اور اپنے ساتھ بیٹھنے والوں کے لیے اپنے جسم کو مباح کر دیا ہے، پس جسم تو جلیس کا مؤانس ہے جب کہ میرے دل کا محبوب دل میں میرا انیس ہے۔''

جسمي معي غير أن الروح عندكم
فالجسم في غربة و الروح في وطني
''جسم تو میرا میرے ساتھ ہے مگر روح تمھارے پاس ہے۔ پس جسم تو پردیس میں ہے اور روح وطن میں۔''

اسی کیفیت کو یحیی بن معاذ رازی نے یوں بیان کیا ہے جب ان سے یہ پوچھا گیا کہ عارف کون ہے:

"كائن بائن" (الرسالة القشيرية ، ص: ٣٤٧)

یعنی عارف مخلوق کے ساتھ بھی ہوتا ہے اور سب سے جدا بھی۔

اسی کیفیت کو ''باہمہ و بے ہمہ''، ''ظاہر باخلق باطن باحق'' اور ''خلوت درانجمن'' سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

لیکن محبوب سے تعلق محبوب کے اوامر ونواہی میں خلل کا سبب نہیں ہونا چاہیے۔

۲۔ بے چینی اور اضطراب:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((سبعة يظلهم الله في ظله يوم لا ظل إلا ظله؛......ورجل قلبه معلق بالمساجد.))

(صحيح بخاري ، رقم: ١٤٢٣)

''سات قسم کے لوگوں کو اللہ اس دن اپنا سایہ عطا کرے گا جس دن کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ (ان میں سے ایک وہ شخص ہوگا) جس کا دل مسجدوں سے چمٹا ہو۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار کے بارے میں فرمایا:

((فذلكم الرباط.))(صحيح مسلم ، رقم :٢٥١)

''پس یہ رباط (یعنی ثابت قدمی) ہے۔''

مومن کا دل مساجد ونماز سے چمٹا رہتا ہے کیوں کہ یہ اللہ کا قرب اور اس سے مناجات ہے۔ سکون کو بندۂ مومن اسی میں پاتا ہے، چنانچہ محبت کے بارے میں ایک قول یوں بھی ہے:

"سكون بلا اضطراب واضطراب بلا سكون."

''اضطراب کے بغیر سکون اور سکون کے بغیر اضطراب کا نام محبت ہے۔''

یہ محبت کی دوسری علامت ہے کہ دل کو بے چینی محسوس ہوتی رہتی ہے مگر جب مُحبّ محبوب کے ساتھ ہوتا ہے تو بالکل سکون میں ہوتا ہے اور اس کی ساری بے چینیاں دور ہوتی جاتی ہیں، اسی لیے اسے صرف اللہ کے ذکر ہی میں سکون ملتا ہے۔ اور سب سے افضل ذکر کی کیفیت نماز میں ہوتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((جعل قرة عيني في الصلاة.))

(مسند أحمد:٣/ ١٢٨)

''میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں بنادی گئی ہے۔''

اور فرماتے:

((يا بلال! أقم الصلاة و أرحنابها.))

(سنن أبي داود، رقم: ٤٩٨٥)

''اے بلال! نماز کھڑی کرو اور ہمیں نماز کے ذریعے راحت پہنچاؤ۔''

پس راحت وسکون اللہ سے مناجات اور اس کی عبادت و بندگی میں ہے، یہی محبت کا تقاضا ہے، دل اسی کے لیے سرگرداں رہتا ہے۔

دل میں ایک جگہ ایسی ہوتی ہے جو اللہ کے ماسوا کو قبول نہیں کرتی اور اللہ کی محبت کے علاوہ ہر طرح کی محبت کو اپنے اندر سمونے سے انکار کرتی ہے۔ بچہ ماں کے پیٹ سے جب متولد ہوتا ہے تو ماں کی محبت ساتھ لاتا ہے۔ جب مخلوق سے متولد مخلوق کی مخلوق سے محبت انتہائی

مضبوط ہوتی ہے کہ بچہ ماں کی عدم موجودگی میں روتا اور بلبلاتا ہے اور اس کا ساتھ پانے کے لیے تڑپتا ہے تو مخلوق کی اپنے خالق سے محبت کس قدر ہوگی اور اپنے خالق سے دور جانے سے دل کو کتنی وحشت ہوتی ہوگی! مگر آج ایسا نہیں ہے کیوں کہ دل پر شہوتوں کا غلبہ اور غیر کی محبت کا خول چڑھ چکا ہے، قیامت کے دن جب یہ خول اُترے گا تو پھر انسان کو اغیار کی محبتوں پر خوب خوب ندامت ہوگی مگر اس وقت یہ ندامت بے سود اور لاحاصل ہوگی:

﴿يَاوَيْلَتٰى لَيْتَنِي لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًاo﴾[الفرقان:۲۸]

''ہائے ہلاکت! کاش! میں فلاں شخص سے خلت نہ رکھتا۔''

۳۔محبوب کا کثرت سے ذکر:

کہا گیا ہے کہ محبت مُحبّ کے دل پر محبوب کے ذکر کے غلبے کا نام ہے:

"استیلاء ذکر المحبوب علی قلب المحب."

(روضة المحبين ، ص: ۳۳)

سمنون بن حمزہ سے محبت کی بابت سوال ہوا، کہنے لگے:

"صفاء الود مع دوام الذکر."

(تهذيب الأسرار ، ص:٦٠)

''مسلسل ذکر کے ساتھ پرخلوص چاہت۔''

محبت کے بارے ایک قول یہ بھی ہے:

"ذکر المحبوب علی عددالأنفاس."

(روضة المحبين ، ص: ۳۳)

''سانسوں کی تعداد کے بہ قدر محبوب کا ذکر۔''

محبوب کا تذکرہ محبت کی صفتِ لازم ہے۔کوئی بھی محبت کرنے والا ایسا نہ ہوگا جو اپنے محبوب کا بار بار تذکرہ نہ کرتا ہو، اسی لیے مقولہ ہے:

"من أحب شيئا أكثر ذكره."

''جو کسی سے محبت کرتا ہے تو اس کو بہ کثرت یاد کرتا ہے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"کان رسول الله ﷺ یذکر الله علی کل أحيانه."(صحیح مسلم ، سنن أبي داود ، رقم :۱۸)

''رسول اللہ ﷺ ہر وقت اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔''

جب آپ ﷺ بیت الخلاء سے فارغ ہوتے تو کہتے:

((غفرانك.)) (سنن أبي داود، رقم:۳۰)

''(اے اللہ!) میں تیری بخشش کا طالب ہوں۔''

علماء کے ایک قول کے مطابق یہ کہنے میں یہی حکمت ہے کہ آپ ﷺ اس دوران ذکر نہ کرسکنے پر بخشش کا سوال فرماتے تھے۔

اور دوسرے قول کے مطابق جس طرح فضلے کی غلاظت جسم میں رہنے سے جسم کو شدید نقصان پہنچاتی ہے اسی طرح گناہوں کی موجودگی روح کو سخت نقصان پہنچاتی ہے، چنانچہ آپ ﷺ اسی مناسبت سے روح کی غلاظتوں کے اخراج کی بھی دعا کرتے اور معافی مانگتے تھے۔

ایک تیسرا قول بھی ہے اور وہ یہ کہ قضائے حاجت کے وقت بسا اوقات دل میں اللہ کا یا اس کے کلام کا تذکرہ آجاتا ہے یا کوئی شرعی مسئلہ ذہن میں آجاتا ہے جو استنجاء کے وقت سوچنا مناسب نہیں ہوتا (طالب علموں کے ساتھ ایسا اکثر ہوتا ہے) حالانکہ ہر فکر ہر جگہ مناسب نہیں ہوتی۔اس مناسبت سے رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا سکھلائی۔

قرآن پاک اللہ کا کلام ہے مگر رکوع وسجود میں اسے پڑھنا ممنوع ہے، ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے بہ قول اس کی وجہ یہ ہے کہ بلند وبرتر خالق کا کلام بہ ظاہر پست حالت میں پڑھنا مناسب نہیں، اسی لیے اس سے منع کردیا گیا۔

بہرحال اللہ کا ذکر اور ہر وقت ذکر مومنین کی صفت ہے:

❀......﴿وَ الذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ﴾

[الأحزاب:۳۵]

''اور اللہ کا بہت زیادہ ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں۔''

❀....﴿اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِo الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ

اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾[آل عمران: ۱۹۰، ۱۹۱]

''بے شک زمین وآسمان کو پیدا کرنے میں اور لیل ونہار کے اختلاف میں عقل مندوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔ جو کھڑے، بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں۔''

❀.....﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًاۙ وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا﴾[الأحزاب: ٤١، ٤٢]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کو یاد کرو خوب یاد کرنا اور پہلے پہر اور پچھلے پہر اس کی تسبیح کرو۔''

محمد بن کعب القرضی سے منقول ہے کہ اگر کسی کو ذکر میں رخصت ہوتی تو ذکریا علیہ السلام کو ہوتی، ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی:

﴿اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّ سَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَ الْاِبْكَارِ﴾

[آل عمران: ٤١]

''نشانی یہ ہے کہ تین روز لوگوں سے کلام نہ کر اور اپنے رب کا بہت ذکر کر اور پہلے اور پچھلے پہر اس کی تسبیح بیان کر۔''

(الطبقات الکبریٰ للشعرانی، ص: ۵۸)

موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِذْهَبْ اَنْتَ وَ اَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَ لَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ﴾

[طٰهٰ: ٤٢]

''تو اور تیرا بھائی میری آیات لے کر جاؤ اور میرے ذکر میں سستی نہ کرنا۔''

اسی طرح اللہ کا فرمان ہے:

﴿فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ﴾[النساء: ١٠٣]

''پس جب نماز مکمل کر چکے ہو تو کھڑے بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر اللہ کا ذکر کرو۔''

مطرف بن عبداللہ سے مروی ہے:

''المحب لا يسأم من حديث حبيبه وفي رضا اللّٰه تعالىٰ عوض من رضا غيره وليس في رضا غيره عوض من رضاه.''

(تهذيب الأسرار للخركوشي، ص: ٥٩)

''مُحبّ اپنے محبوب کی بات سے اُکتاتا نہیں۔ اور اللہ کی رضا میں اس کے غیر کی رضا سے عوض ہے جب کہ اس کے غیر کی رضا میں اس کی رضا سے عوض موجود نہیں۔''

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَىِٕنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَ حُسْنُ مَاٰبٍ﴾[الرعد: ٢٨، ٢٩]

''وہ لوگ جو ایمان لائے ان کے دل اللہ کے ذکر سے مطمئن ہوتے ہیں، خبردار! اللہ کے ذکر ہی سے دل مطمئن ہوتے ہیں۔ وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لیے خوش خبری اور اچھا ٹھکانا ہے۔''

پس محبوب کے کلام اور اس کے ذکر کے علاوہ مُحبّ کے لیے کسی چیز میں کوئی شفا نہیں۔

مجنون کے بارے شاعر تجزیہ کرتا ہے۔

ولو داواك كل طبيب داء
بغير كلام ليلى ما شفا كا

''ہر طبیب اگر لیلیٰ کے کلام کے بغیر تیرا علاج کرے گا تو تجھے شفا نہ دے پائے گا۔''

جب کہ مخلوق کی خالق سے محبت تو اس سے بھی عظیم ہے کہ وہ اس کے غیر کے کلام اور اس کے غیر کے تذکرے میں بالکل بھی شفا نہیں پاتے۔ حتیٰ کہ تلواروں کی جھنکاروں میں بھی یاد اسی کی ہوتی ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾[الأنفال: ٤٥]

''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! جب کسی گروہ کے مقابلے میں آؤ تو جمے رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنا تاکہ تم فلاح پاؤ۔''

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''محبت کرنے والے تلواروں کی جھنکاروں اور لہراتے نیزوں کے سامنے اپنے محبوب کو یاد کرنے پر فخر کرتے ہیں، اسی لیے اللہ نے یہ حکم دیا ہے۔ عنترہ بن شداد کہتا ہے ۔

ولقد ذكرتك والرماح كأنها
أشطان بئر في لبان الأدهم
فوددت تقبيل السيوف لأنها
برقت كبارق ثغرك المتبسم

''بلاشبہ میں نے تجھے اس وقت یاد کیا جب نیزے سیاہ گھوڑوں کے سینوں میں کنوے کی رسیوں کے مانند تھے۔ میں نے تلواروں کو بوسہ دینا چاہا کیوں کہ وہ تیرے مسکراتے دانتوں کی چمک کی مانند چمکی تھیں۔''

ایک شاعر کہتا ہے:

ولقد ذكرتك والرماح شواجر
نحوي وبيض الهند تقطر من دمي

''میں نے تجھے اس حال میں یاد کیا کہ نیزوں کے گھاؤ میری طرف مختلف تھے اور ہند کی تلواریں میرے خون سے ٹپک رہی تھیں۔''

ایک اور شاعر کہتا ہے:

ذكرتك والخطي يخطر بيننا
وقد نهلتا منا المثقفة السمر

''میں نے تجھے یاد کیا اس وقت کہ جب خطی نیزے ہمارے درمیان لہرا رہے تھے اور خاکستری نیزے ہم سے (ہمارے خون سے) ایک بار سیراب ہو چکے تھے۔''

(مدارج: ۲/۳۴۴، روضۃ، ص: ۲۲۱)

ذکر کی مناسبت سے یوں بھی کہا گیا ہے کہ صبح سب سے پہلے جس کا خیال گزرے دل کو اس سے محبت ہوتی ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے سو کر اُٹھنے کی دعا یوں سکھلائی ہے:

((الحمد لله الذي أحيانا بعدما أماتنا وإليه النشور.)) (صحيح بخاري، رقم: ٦٣٢٤)

''تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں موت دینے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف اُٹھ کر جانا ہے۔''

پس مومن تو نیند سے بے دار ہو کر بھی سب سے پہلے اپنے اللہ ہی کو یاد کرتا ہے ۔

بذكر الله ترتاح القلوب
و دنيانا بذكره تطيب

ذوالنون کا قول ہے:

"والله ما طابت الدنيا بغير حديثه ولاالأخرى بدون لقائه ولاالجنة بدون رؤيته."

یعنی اللہ کے تذکرے کے بغیر دنیا کا، اللہ کی ملاقات کے بغیر آخرت کا اور اس کی رؤیت کے بغیر جنت کا کچھ مزہ نہیں۔

(جاری ہے)



ایک متحرک ساتھی کی وفات

محمد خالد بن حاجی محمد رفیق وہاڑی بہ عمر پچاس برس گذشتہ دنوں وفات پا گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

مرحوم بڑے متحرک جماعتی ساتھی تھے۔ بڑے ملن سار، خوش اخلاق مبلغ تھے۔ ان کی نماز جنازہ پروفیسر حافظ عبدالرحمٰن مکی صاحب نے پڑھائی۔ سیکڑوں احباب شریک جنازہ ہوئے۔

مرحوم کے ماموں حاجی محمد یوسف صاحب آپٹیکل والے نیا بازار قصور نے قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست کی ہے۔

پسماندگان میں بیوہ اور تین بیٹے، ایک بیٹی سوگوار چھوڑے ہیں۔

یوسف آپٹیکل قصور۔ 0315-4283438

تعلیم و تربیت

ہمارے دِل سخت کیوں ہو جاتے ہیں......؟

ترجمہ وترتیب: عبدالعظیم جواد

جسم کی طرح دل بھی بیمار ہو جاتے ہیں، لوہے کی طرح زنگ آلود ہوتے ہیں اور بے رونقی اور بھوک محسوس کرتے ہیں۔ جب کہ ان کی شفا توبہ میں، تاب نا کی وسفیدی ذکر، ان کی زینت تقویٰ اور ان کا کھانا پینا معرفت الٰہی، توکل اور انابت الی اللہ ہے۔

امراضِ قلب بہت زیادہ ہیں جو دل پر اثر انداز ہونے والے عوامل کے اختلاف کے ساتھ مختلف ہوتے رہتے ہیں۔ مؤثرات کی شدت سے اس کے امراض بھی شدت اختیار کر لیتے ہیں حتیٰ کہ دل پر پردہ پڑ جاتا ہے اور وہ بے نور و مقفل ہو کر جادۂ حق اور راہِ راست سے ہٹ جاتا ہے۔ یہ دِل کی بدترین کیفیت ہوتی ہے۔ کیوں کہ اس کیفیت میں ایسے دل والا شخص حالت ایمان سے حالت کفر میں منتقل ہو کر جانوروں کا سا بن جاتا ہے۔ والعیاذ باللہ

دِل کو لاحق ہونے والی بیماریوں میں سخت ترین بیماری قساوت قلبی (سخت دلی) ہے جس سے مزید بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ جن سے صرف وہ محفوظ و مامون رہ سکتا ہے جسے اللہ محفوظ رکھے اور وہ خود بھی بچاؤ کے اسباب اختیار کرے۔

قساوت قلبی کی سنگینی ذیل کی آیات سے ظاہر ہوتی ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے:

❁....﴿ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً﴾[البقرة:٧٤]

''پھر اس کے بعد تمھارے دِل پتھر جیسے بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت ہو گئے۔''

❁....﴿وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾[الانعام:٤٣]

''اور لیکن ان کے دل سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے خیال میں آراستہ کر دیا۔''

❁....﴿فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ﴾[الزمر:٢٢]

''پس ہلاکت ہے ان پر جن کے دِل (یادِ الٰہی سے اثر نہیں لیتے بلکہ) سخت ہو گئے ہیں۔''

❁....﴿فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ﴾[الحديد:١٦]

''پھر جب ان پر ایک زمانہ دراز گزر گیا تو ان کے دل سخت ہو گئے۔''

سخت دِل ہی اللہ کی رحمت سے سب سے زیادہ دور ہوتا ہے۔

قارئین کرام! آیئے، اس خطرناک مرض کے مظاہر، اسباب اور علاج کا طریقہ جاننے کی کوشش کریں۔

قساوتِ قلبی کے مظاہر:

قساوتِ قلبی کے بہت سے مظاہر وعلامات ہیں جن کی مدد سے دِل کی سختی معلوم کی جاسکتی ہے جو اپنے خطرات، اثرات اور سنگینی کے لحاظ سے مختلف ہیں، چند ایک درج ذیل ہیں:

ا۔اطاعت، اعمالِ خیر اور عبادات میں سستی وکاہلی کا مظاہرہ کرنا:

نیکی و بھلائی کے کاموں میں کوتاہی کرنا قساوتِ قلبی کی علامت ہے۔ کبھی یہ تساہل تمام اعمالِ خیر میں ہوتا ہے جب کہ بعض اوقات چند جزوی اعمال میں۔ مثلاً نماز کو بغیر خشوع وخضوع کے اس طرح ادا کرنا گویا وہ قید خانے میں ہے اور جلد از جلد رہائی کا خواہش مند ہے۔ سنن ونوافل کی ادائیگی میں سستی کرنا اور فرائض کو بوجھ محسوس کرتے ہوئے تیزی سے ادا کرنا گویا زبانِ حال سے کہہ رہا ہے کہ کب وہ گھڑی آئے کہ میں اس مصیبت سے چھٹکارا پاؤں۔ انھی اوصاف کے حامل منافقین کی علامت اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمائی ہے:

❁.....﴿وَلَا يَأْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ۝﴾[التوبة: ٥٤]

''اور بڑی کاہلی سے نماز کو آتے ہیں اور برے دل سے ہی خرچ کرتے ہیں۔''

❁.....﴿وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى﴾[النساء:١٤٢]

''اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی کاہلی کی حالت میں کھڑے ہوتے ہیں۔''

٢۔قرآن کی آیات ومواعظ سے اثر قبول نہ کرنا:

قساوت قلبی کا دوسرا مظہر قرآن کریم کے وعدہ ووعید کی آیات کوسن کران سے متاثر نہ ہونا ہے،یعنی نہ ان کو دِل میں جگہ دیتا ہے اور نہ ہی عجز وانکساری کا مظاہرہ کرتا ہے گویا دل قرآن کی قراءت وسماعت سے غافل ہے اور وہ اس کو بوجھ محسوس کررہا ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

❁.....﴿فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ۝﴾[ق:٤٥]

''تو آپ ﷺ قرآن کے ذریعے انھیں سمجھاتے رہیں جو میرڈراوے کے وعدوں سے ڈرتے ہیں۔''

❁.....﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ۝﴾[الأنفال:٢]

''بلاشبہ ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیات ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ ان کے ایمان کو زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔''

٣۔حوادث زمانہ،قدرتی آفات اور اموات سے عدم تاثر:

مراحل زندگی میں پیش آنے والے عجائبات وحوادث زمانہ اور اموات سے اثر نہ لینا بھی دل کی سختی کا مظہر ہے۔ایسا شخص قبروں کی زیارت کے باوجود عبرت نہیں پکڑتا جب کہ موت سے بڑھ کر کوئی نصیحت آموز چیز نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ۝﴾[التوبة:١٢٦]

''اور کیا ان کو دکھائی نہیں دیتا کہ یہ لوگ ہر سال ایک بار یا دو بار کسی نہ کسی آفت میں پھنستے رہتے ہیں،پھر بھی نہ توبہ کرتے ہیں اور نہ نصیحت قبول کرتے ہیں۔''

٤۔دنیاوی لذتوں پر فریفتگی اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دینا:

دنیا کا حصول بھی ایسے شخص کا مطمع نظر اور اہم مشغلہ ہوتا ہے۔اس کی محبت وعداوت کا معیار بھی دنیاوی مفاد ہی ہوتا ہے۔نتیجتاً ایسا شخص حسد میں غرق،انانیت،خود پسندی،بخیلی اور کنجوسی کا شکار ہوکر رہ جاتا ہے۔

٥۔اللہ عزوجل کی عظمت وجلالت کا مذکورہ شخص کے دل میں ماند پڑ جانا:

سخت دِل والے انسان کی غیرت مرجاتی ہے اور ایمانی حرارت سرد پڑ جاتی ہے۔حدود اللہ کی پامالی کو دیکھتے ہوئے بھی اس پر غم وغصے کے اثرات نہیں ہوتے۔برائی کو دیکھنے اور سننے کے باوجود چپ سادھ لیتا ہے۔نیکی کو نیکی اور برائی کو برائی نہیں جانتا اور نہ ہی گناہوں اور معاصی کو خاطر میں لاتا ہے۔

٦۔دل میں ہمیشہ وحشت ونامانوسیت محسوس کرنا:

سخت دِل والے انسان کا سینہ تنگ ہوتا رہتا ہے حتی کہ وہ لوگوں سے میل جول میں تنگی محسوس کرتا ہے،اطمینان وسکون اس کی زندگی سے مفقود ہوجاتا ہے اور اس کے قلق واضطراب اور بے چینی میں دن بہ دن اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

٧۔ایک گناہ کا دیگر گناہوں کا پیش خیمہ ہونا:

اس حالت میں ایک گناہ دوسرے گناہوں کا ذریعہ بن جاتا ہے اور ایسا شخص گناہوں میں گھرتا چلا جاتا ہے۔یہاں تک کہ ان سے دامن چھڑانا مشکل ہوجاتا ہے اور نافرمانی اس کی سرشت میں داخل ہوجاتی ہے۔

قساوت قلبی (سنگ دلی) کے اسباب

دل کی سختی کے متعدد اسباب ہیں جو سنگینی اور خطرناکی میں ایک دوسرے سے بڑھ کر ہیں۔ان اسباب کے اضافے سے قساوت قلبی

میں بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ان میں سے اہم اسباب درج ذیل ہیں:

۱۔ دنیا پر دل کا ریجھ جانا، اس کی طرف میلان اور آخرت کو فراموش کرنا:

قساوت قلبی کے بڑے اسباب میں سے دنیا کی طرف غیر ضروری میلان اور رغبت بھی ہے۔دنیا کی محبت جب کسی دل میں ڈیرے ڈال لیتی ہے تو اس کا ایمان بہ تدریج کمزور ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ آدمی عبادت کو بارِ گراں محسوس کرتا ہے اور دنیا کو ہی کیف و سرور اور لذت خیال کرتے ہوئے آخرت کو طاقِ نسیاں کر دیتا ہے۔ موت کو بھول کر زندگی سے لمبی لمبی اُمیدیں باندھ لیتا ہے۔ یہ وہ تمام رذائل ہیں کہ جس میں بھی جمع ہو جائیں اس کو ہلاک کیے بغیر نہیں رہتے۔

دنیا کے کئی پہلو مذموم ہیں اگر ان میں سے کسی ایک کی طرف بھی میلان ہو گیا تو دوسرے پہلوؤں کی طرف خود بہ خود میلان ہوتا چلا جاتا ہے اور بندہ رحمت الٰہی سے دور ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو ایسے شخص کی کوئی پروا نہیں ہوتی کہ وہ دنیا کی وادیوں میں سے جس میں چاہے ہلاک ہو جائے۔ العیاذ باللہ

ایسا شخص اپنے رب کو بھولتا چلا جاتا ہے اور دنیا کا بڑے تپاک اور جوش سے استقبال کرتا ہے اور ایک غیر مستحق تعظیم کو عظمت دیتا ہے اور مستحق تعظیم کی اہانت کرتا ہے جس کی وجہ سے اس کی عاقبت بدترین ہوتی چلی جاتی ہے۔ سلف رحمہم اللہ میں سے کسی نے کیا خوب کہا ہے:

''ہر شخص کے چہرے پر دو آنکھیں ہوتی ہیں جن سے وہ اُمور دنیا کو دیکھتا ہے۔ اور دو آنکھیں اس کے دل میں ہوتی ہیں جن سے وہ اُمورِ آخرت پر نظر رکھتا ہے۔ اور اللہ جس بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اس کے دِل کی آنکھیں کھول دیتا ہے، جن سے وہ اللہ کے وعدۂ غیب کو دیکھتا ہے۔ اور جو اس کے برعکس ارادہ رکھتا ہو اس کو اس کی حالت پر چھوڑ دیتا ہے۔''

پھر اُنھوں نے اس بات پر اس آیت سے استشہاد کیا:

﴿ اَمۡ عَلٰی قُلُوۡبٍ اَقۡفَالُهَاؕ﴾[محمد:٢٤]

''یا ان کے دلوں پر تالے لگ گئے ہیں۔''

۲۔غفلت:

یہ ایک مہلک بیماری ہے جب یہ دِل و دماغ پر قبضہ جماتے ہوئے روح و بدن کو زیر اثر کر لیتی ہے تو یہ ہدایت کے دروازے بند ہونے اور دِل پر مہر ثبت ہونے کا ذریعہ بنتی ہے:

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ وَ سَمۡعِهِمۡ وَ اَبۡصَارِهِمۡ ‌ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡغٰفِلُوۡنَ﴾[النحل:١٠٨]

''یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر، جن کے کانوں پر اور جن کی آنکھوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور یہی لوگ غافل ہیں۔''

ابن قیم رحمہ اللہ لوگوں کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''مخلوقات کے احوال پر غور و فکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے اکثر اللہ کے ذکر سے غافل، خواہشات کے پجاری اور اپنے معاملات و مفادات میں کوتاہ واقع ہوئے ہیں، یعنی جو چیزیں ان کے لیے نفع بخش اور جو مفاد حقیقی مفاد تھا اس میں کوتاہی کا شکار ہوئے ہیں۔ وہ اپنے ان غیر مفید امور میں مشغولیت کی وجہ سے جلد یا بہ دیر نقصان اُٹھانے والے ہوں گے۔''

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اہل غفلت ہی اکثر سخت دل والے ہوتے ہیں کہ ان پر کوئی نصیحت اثر نہیں کرتی۔ یہی لوگ سخت دل کے مالک ہوتے ہیں جو آنکھیں ہونے کے باوجود اشیاء کا سطحی مشاہدہ کرتے ہیں اور ان اشیاء کی حقیقت و گہرائی تک نہیں پہنچتے اور نہ ہی اپنے نفع و نقصان میں امتیاز کرتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے کانوں سے جھوٹ، باطل، گانے، غیبت، بے ہودہ گفتگو اور چغلی تو سنتے ہیں مگر ان کانوں سے کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حقائق سے بہرہ مند نہیں ہوتے۔ ایسے دگر گوں حالات میں ہدایت اور فوز و فلاح کیوں کر ان کا مقدر بن سکتی ہے؟ ایسے ہی لوگوں کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے:

﴿وَ لَقَدۡ ذَرَاۡنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيۡرًا مِّنَ الۡجِنِّ وَ الۡاِنۡسِ ‌ۖ لَهُمۡ قُلُوۡبٌ لَّا يَفۡقَهُوۡنَ بِهَا وَلَهُمۡ اَعۡيُنٌ لَّا يُبۡصِرُوۡنَ بِهَا

وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ﴾[الأعراف: ۱۷۹]

''اور ہم نے ایسے بہت سے جن اور انسانوں کو جہنم کے لیے پیدا کیا ہے جن کے دل ایسے ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں اور جن کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے دیکھتے نہیں اور جن کے کان ایسے ہیں جن سے وہ سنتے نہیں، یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ یہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں، یہی لوگ غافل ہیں۔''

۳۔ بری صحبت:

بُرا ماحول اور بُرے دوستوں کی صحبت بہت زیادہ اثر انداز ہونے والا سبب ہے کیوں کہ انسان اپنے ماحول سے بہت جلد اثر لیتا ہے۔ اور جو شخص مخلوط مجالس کے رسیا، گانے سننے والوں، ڈرامے دیکھنے والوں، کثرت سے ہنسنے والوں، لطیفوں اور چٹکلوں کے دِل دادہ لوگوں کی مجالس ومحافل میں شریک ہوتا ہے، ان کا اثر لیتا ہے اور ان کی نقالی کرتا ہے، نتیجتاً ایسے شخص کا دِل سخت ہوجاتا ہے اور ماحول سے متاثر ہو کر وہ بھی منکرات کے لیے کمر بستہ ہوجاتا ہے۔

۴۔ کثرت سے معاصی کا ارتکاب کرنا:

چھوٹے چھوٹے گناہ دیگر کبیرہ گناہوں کا راستہ ہموار کرتے ہیں ایک گناہ دوسرے گناہ کا پیش خیمہ بنتا ہے حتی کہ آدمی گناہوں کی دلدل میں دھنستا چلا جاتا ہے جس سے نکلنا محال ہوتا ہے۔ ایسا شخص کبائر کا مرتکب ہوتے ہوئے بھی ان کی قباحتوں کو خاطر میں نہیں لاتا اور ان معاصی سے دامن چھڑانا اس کے بس میں نہیں رہتا ہے بلکہ وہ ان سے بھی بڑے گناہوں کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے۔ عاصی کے دل سے حدود اللہ کی تعظیم مٹ جاتی ہے۔ اس سے ہدایت کے تمام راستے مسدود ہوجاتے ہیں۔ ایسا شخص طلب معاصی میں اندھا ہوجاتا ہے۔ اسی وجہ سے نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

((إن العبد إذا أذنب ذنبا نكت في قلبه نكتة سوداء ، وإذا نزع و استغفر صقل قلبه ، وإن زاد زادت حتى تعلو قلبه فذلك الران الذى ذكره الله عزوجل ﴿كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾.))(رواه أحمد والترمذي)

''بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگا دیا جاتا ہے جب وہ اس گناہ سے باز آجاتا ہے اور استغفار کرتا ہے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ زیادہ گناہ کرے تو یہ سیاہی بھی زیادہ ہوتی رہتی ہے حتی کہ اس کے دِل پر غلبہ پا لیتی ہے، یہی وہ زنگ ہے جس کے متعلق اللہ نے فرمایا: ہرگز ایسا نہیں ہے! بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کی وجہ سے زنگ چڑھ گیا ہے۔''

۵۔ موت، سکرات الموت، قبر اور عذاب قبر کو فراموش کرنا:

کسی بھی آدمی کا موت، موت کی سختیوں، قبر اور اس کی ہولناکیوں، عذابِ قبر، انعام واکرام، حشر نشر، پل صراط، حساب وکتاب کے کھلنے اور آگ کو بھول جانا بھی دل میں سختی کا باعث ہے۔

۶۔ دل میں فساد اور بگاڑ پیدا کرنے والے معاملات میں مشغول ہونا:

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے مفسدات قلب پانچ ذکر کیے ہیں:

- (دنیادار) لوگوں کے ساتھ کثرت سے میل جول رکھنا۔
- آرزوؤں اور تمناؤں کے سمندر میں غوطہ زن ہونا۔
- غیر اللہ سے وابستگی۔
- کثرت سے کھانا۔
- کثرت سے سونا۔

قساوت قلبی کا علاج

رِقت قلبی بڑی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت ہے۔ جس کا دل بھی اللہ کے لیے نرم پڑ گیا وہ نیکی کے اُمور میں بڑھ چڑھ کے حصہ لیتا ہے۔ اللہ کی اطاعت اور حصولِ محبت الٰہی میں حریص ہوتا چلا جاتا ہے جس کے سبب معاصی کے قریب بھی نہیں پھٹکتا۔ مگر جو شخص بھی اس نعمت سے محروم کر دیا گیا وہ اللہ کے عذاب کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ ارشادِ

باری تعالیٰ ہے:

﴿فَوَيْلٌ لِّلْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ﴾[الزمر:۲۲]

''پس ہلاکت ہے ان کے لیے جن کے دِل یادِ الٰہی سے (اثر نہیں لیتے بلکہ) سخت ہوگئے ہیں۔''

چند اُمور جو دِل کی سختی کو دور کرکے اسے اپنے خالق و مولا کے لیے منکسر و خاشع بنا دیتے ہیں، آپ کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں:

ا۔معرفت الٰہی:

جس شخص نے بھی اپنے رب کو اس طرح پہچان لیا جس طرح اس کے پہچاننے کا حق ہے، اس کی عقل کو جلا ملتی ہے۔ جب کہ معرفتِ الٰہی سے نابلد اور تہی دامن شخص کا دِل سخت ہوتا چلا جاتا ہے۔ اللہ کی معرفت سے عاری لوگ ہی سخت دِل کے حامل ہوتے ہیں۔ جو شخص جتنا اللہ تعالیٰ سے دور ہوگا وہ اتنا ہی حدود اللہ کو پامال کرنے کی جسارت کرے گا۔ جب کبھی آپ ایسے شخص کو دیکھیں جو ہمیشہ اللہ کی مخلوقات میں غور و فکر کرتا رہتا ہے اور اپنے اوپر اللہ کی بے شمار نعمتوں کو یاد کرتا رہتا ہے تو آپ ایسے شخص کے دِل کو نرم مزاج پائیں گے۔

۲۔موت اور مابعد الموت کو یاد کرنا:

قبر کے سوال و جواب، ظلمت و وحشت، اس کی تنگی، ہولناکیوں، سکرات الموت، خدا کے روبہ رو پیشی کا تصور وغیرہ ایسے اسباب ہیں جو دل کو خوابِ غفلت سے بے دار کرتے اور متنبہ کرتے ہیں جس سے سنگ دل اور سخت دل اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہوئے منکسر المزاج بن جاتا ہے۔ اسی لیے نبی ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو موت یاد رکھنے کی وصیت فرمائی:

((اكثروا ذكر هاذم اللذات؛ الموت ، فانه لم يذكر احد في ضيق من العيش الا وسعه عليه ، ولا ذكره في سعة الا ضيقها عليه.))

(رواه البيهقي وحسنه الالباني)

''تم لذتوں کو مٹانے والی چیز موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ کیوں کہ جو بندہ اس (موت) کو تنگی میں یاد کرتا ہے وہ کم پر بھی قناعت کرتا ہے۔ اور جو شخص اس کو (موت کو) خوش حالی میں یاد کرتا ہے تو اس کی خوش حالی محدود ہو جاتی ہے۔''

سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مجھے ڈر لگتا ہے کہ میں موت کو بھول جاؤں اور میرا دِل فساد کا شکار ہو جائے۔''

۳۔قبروں کی زیارت کرنا اور اہل قبور کے بارے غور و فکر کرنا:

بندہ جب غور و فکر کرتا ہے اور سوچتا ہے کہ اس کے وہ بھائی اور ساتھی جو کل تک اس کے ساتھ کھاتے پیتے، چلتے پھرتے اور اچھے اچھے، عمدہ لباس زیب تن کرتے تھے آج اپنا مال و اولاد سب کچھ چھوڑ کر منوں مٹی تلے دَبے ہوئے ہیں۔ بندہ جب کچھ دیر کے لیے خود کو ان کے درمیان تصور کرتے ہوئے ان کے ٹھکانے کو اپنا ٹھکانہ سمجھے گا تو یقیناً زیارت قبور وعظ و نصیحت، عبرت اور غافلوں کے لیے تذکیر و تنبیہ کا سامان فراہم کرے گی۔ اسی لیے نبی ﷺ نے فرمایا:

((كنت نهيتكم عن زيارة القبور ، ألا فزوروها ، فانها ترق القلوب وتدمع العين ، وتذكر الآخرة.))

''میں تمھیں پہلے زیارت قبور سے منع کرتا تھا، سو اب تم قبروں پر جایا کرو کیوں کہ اس سے دِل نرم اور آنکھ نم ہو جاتی ہے اور آخرت یاد آتی ہے۔''

۴۔قرآن کی آیات پر غور و فکر کرنا:

جو شخص بھی قرآن کے وعدہ وعید اور اوامر و نواہی میں غور و فکر کرتے ہوئے حضورِ قلبی کے ساتھ اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے تو اللہ کے ڈر سے اس کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، آنکھیں بہہ جاتی ہیں اور اس کی روحِ ایمانی لرز جاتی ہے۔ دِل ڈھل جاتے ہیں اور وہ رجوع الی اللہ کا خواہش مند ہو جاتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ

یَّشَآءُ وَمَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ هَادٍo﴾[الزمر:۲۳]

''اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل فرمایا ہے جو ایسی کتاب ہے کہ آپس میں ملتی جلتی اور بار بار دہرائی جانے والی آیات پر مشتمل ہے۔ جس سے ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب کا خوف رکھتے ہیں آخر کار ان کے جسم اور دِل اللہ کے ذکر کی طرف نرم ہو جاتے ہیں یہ ہے اللہ کی طرف سے رہنمائی جس کے ذریعے جسے چاہے راہِ راست پر لگا دیتا ہے اور جسے اللہ ہی راہ بھلا دے اس کا کوئی ہادی نہیں ہے۔''

۵۔آخرت کی یاد، قیامت اور اس کی ہولناکیوں کی فکر کرنا:

جنت اور اس میں اطاعت گزار بندوں کے لیے اللہ کی طرف سے تیار شدہ نعمتوں اور جہنم اور اس میں گناہ گاروں اور سیاہ کاروں کے لیے تیار ہمیشہ کا عذاب، یہ وہ تمام مناظر واحوال ہیں جو نیندیں اُڑا دیتے ہیں اور نیک لوگوں کی دم توڑتی ہمتوں اور شکست خوردہ عزائم کو تحریک دیتے ہیں۔ ایسے دِل حقیقتاً اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں جس سے وہ دل نرم پڑ جاتے ہیں۔

۶۔کثرت سے ذکر واستغفار کرنا:

دِل کی سختی کو اللہ کے ذکر کے علاوہ کوئی چیز نرم نہیں کر سکتی۔ بندۂ مسلم کو چاہیے کہ وہ سختیِ دِل کا علاج اللہ کے ذکر سے کرے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے حسن ؒ کے پاس آ کر قساوت قلبی کی شکایت کی تو آپ ؒ نے فرمایا:

''اس کو اللہ کے ذکر سے نرم کرو کیوں کہ دِل کی سختی غفلت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ بندہ جس قدر اللہ کی یاد سے غافل ہوتا ہے، دِل بھی اسی قدر سخت ہو جاتا ہے، اللہ کی یاد سے دل ایسے نرم ہو جاتا ہے جیسے سیسہ آگ میں پگھل جاتا ہے۔''

ابن قیم ؒ فرماتے ہیں:

''دِل کی سختی دو وجہ سے ہے؛ غفلت اور گناہ۔
جب کہ اس کی جلا دو چیزوں میں ہے؛ استغفار اور ذکر۔''

۷۔نیک لوگوں سے میل جول اور تعلقات رکھنا:

نیک لوگوں کی صحبت اور ان سے میل جول رکھنا بھی اصلاح قلب کا ذریعہ ہے۔ کیوں کہ یہ لوگ کم ہمتوں کی ہمت بڑھاتے، بھولے ہوؤں کو یاد دہانی کرواتے ہیں اور جہلاء کی رہنمائی کرتے ہیں۔ غریب و نادار کی مدد کرتے اور خاص طور سے انھیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھتے ہیں۔ صلحاء کی زیارت اللہ کی یاد دلاتی ہے اور اطاعت پر ابھارتی ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَاصۡبِرۡ نَفۡسَكَ مَعَ الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَدٰوةِ وَالۡعَشِىِّ يُرِيۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ وَلَا تَعۡدُ عَيۡنٰكَ عَنۡهُمۡ تُرِيۡدُ زِيۡنَةَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَلَا تُطِعۡ مَنۡ اَغۡفَلۡنَا قَلۡبَهٗ عَنۡ ذِكۡرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰٮهُ وَكَانَ اَمۡرُهٗ فُرُطًاo﴾[الکہف:۲۸]

''اور اپنے آپ کو انھیں کے ساتھ روکے رکھو جو اپنے پروردگار کو صبح وشام پکارتے ہیں اور اس کے چہرے کا ارادہ رکھتے ہیں (یعنی اس کی رضا مندی چاہتے ہیں) خبردار!

(باقی صفحہ ۲۳ پر ملاحظہ فرمائیں)

دعائے مغفرت

مولانا محمد یٰسین صدیقی خطیب ملکوال (منڈی بہاءالدین) کے والد گرامی حضرت مولانا میاں محمد عظیم خطیب چک پنڈی لالہ موسیٰ ضلع گجرات 20 دسمبر 2013 بروز جمعۃ المبارک قبل از نماز مغرب جہانِ فانی سے کوچ کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

مرحوم کی نماز جنازہ حافظ طارق محمود یزدانی نے پڑھائی، مرحوم نے 50 سال تک امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دیے۔ نماز جنازہ میں مقامی احباب کے علاوہ ملکوال سے کثیر تعداد میں ساتھی شریک تھے، منڈی بہاءالدین سے ایک قافلہ قاضی محمد رمضان صدیقی صاحب کی قیادت میں شامل ہوا۔ لالہ موسیٰ گجرات شہر اور گردونواح سے سینکڑوں افراد نے شرکت کی۔ قارئین الاعتصام سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

(قاضی رمضان صدیقی، منڈی بہاءالدین)

تذکرۃ الابرار

حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ

محمد سلیم چنیوٹی

حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ ایک معروف وجانی پہچانی شخصیت اور خیر التابعین میں سے ہیں۔ بعض لوگ انھیں اصحابِ رسول ﷺ میں سے شمار کرتے ہیں جو درست نہیں ہے۔

بعض لوگوں نے ان کی نسبت سے کئی طرح کے قصے اور واقعات گھڑ رکھے ہیں جن میں سے ایک معروف قصہ یوں ہے کہ جب اُنھوں نے غزوۂ اُحد میں جناب رسولِ کریم ﷺ کے دانت مبارک شہید ہونے کا سنا تو خود بھی سامنے کے دانت توڑ دیے، پھر سوچا کہ دانت اس کے ساتھ والے نہ ہوں وہ دانت بھی نکال لیے۔ اس طرح کرتے کرتے سارے منھ کے دانت نکال دیے۔ اور اس عمل کے بدلے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایک خاص پھل (کیلا) اُگا دیا۔ حالانکہ یہ خانہ ساز کہانی ہے اور اس کی دلیل تاریخ میں نظر نہیں آتی۔

اس بات میں شک نہیں کہ حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ نے نبی کریم ﷺ کا زمانہ ضرور پایا ہے مگر آپ رحمہ اللہ اپنی والدہ کی خدمت کی وجہ سے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے۔

حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ کے متعلق محترم ومکرم حافظ ثناء اللہ المدنی حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

”اویس قرنی یمن میں اللہ کا ایک نیک بندہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نشانیوں کے ساتھ ان کی آمد کی بشارت دی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

((فمروه فليستغفر لكم.))

(صحيح مسلم، رقم: ٦٤٩١)

یعنی اسے کہنا کہ تمھارے لیے بخشش کی دعا کرے۔

”اور اسی حدیث شریف میں حضور ﷺ نے جناب اویس قرنی رحمہ اللہ کو خیر التابعین کے لقب سے یاد فرمایا ہے۔ عام طور پر لفظ ”رضی اللہ عنہ“ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر بولا جاتا ہے، دیگر پر ”رحمہ اللہ“ کا اطلاق ہوتا ہے۔ لیکن بعض لوگ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد والے لوگوں پر بھی وسعت کے اعتبار سے ”رضی اللہ عنہ“ کا اطلاق کر دیتے ہیں جو محلِ نظر ہے۔“

(فتاویٰ ثنائیہ مدینہ: ۱/۶۲۷)

حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ کے والد کا نام عامر بن جزء بن مالک ہے۔ آپ یمن کے قبیلہ ”مراد“ میں پیدا ہوئے، بعد ازاں ان کا خاندان ”قرن“ میں آ گیا۔ اویس بن عامر قرنی رحمہ اللہ بڑے زاہد و عابد شخص تھے۔ ابن کلبی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اویس قرنی رحمہ اللہ نے نبی کریم ﷺ کے زمانہ مبارک کو ضرور پایا ہے مگر آپ ﷺ کو دیکھا نہیں۔ کوفہ میں رہتے تھے۔ وہاں کے اعلیٰ طبقہ کے تابعین میں سے تھے۔

اسد الغابہ میں ابونضرۃ نے اسیر بن جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک محدث کوفہ میں حدیث شریف کا درس دیا کرتے تھے۔ جب وہ درس سے فارغ ہوتے تو سب لوگ چلے جاتے صرف چند لوگ باقی رہ جاتے تھے۔ ان میں سے ایک شخص ایسے تھے جو نبی ﷺ سے بڑی محبت وعقیدت کی باتیں کرتے تھے اور وہ جناب اویس قرنی رحمہ اللہ تھے۔

حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ ایک غریب آدمی تھے۔ بسا اوقات ان کے پاس اپنا تن ڈھانپنے کے لیے بھی کپڑے نہ ہوتے تھے، چنانچہ ایک دفعہ جب کئی دن تک آپ درس حدیث میں شامل نہ ہوئے تو صاحب درس محدث نے آپ رحمہ اللہ کے بارے میں دریافت فرمایا۔

حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا کہ میں ان کا ٹھکانہ جانتا ہوں۔ چنانچہ اس آدمی کے ساتھ ان کے ٹھکانے پر تشریف لائے اُنھوں نے دریافت فرمایا: اے میرے بھائی! تم اب ہمارے درس حدیث میں شامل نہیں ہو رہے؟ جناب اویس نے فرمایا: برہنہ ہونے کی وجہ سے۔ لوگ انھیں مذاق کرتے تھے اور ستایا کرتے تھے اس لیے اُنھوں نے کم کپڑوں میں درس میں جانا چھوڑ دیا۔ بزرگ محدث رحمہ اللہ نے اصرار کے ساتھ اپنی چادر انھیں دے دی اور درس میں شرکت کا کہا اور چلے گئے۔ اویس قرنی حسب ارشاد درس میں شریک ہوئے تو لوگ پھر اُنھیں ستانے لگے۔

اتفاق سے اہل کوفہ میں سے چند لوگ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، ان لوگوں میں اویس قرنی رحمہ اللہ کو ستانے والا شخص بھی تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: تم لوگوں میں کوئی قرنی بھی ہے؟ وہ ستانے والا شخص کھڑا ہوا کہ میں قرن سے ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے کہ یمن میں سے ایک شخص تمھارے پاس آئے گا جس کا نام اویس ہوگا۔ اس کے جسم پر سفید داغ ہوں گے۔ وہ اللہ سے دعا کرے گا تو اللہ کریم اس کے داغ صاف کر دیں گے، صرف بہ قدر دینار یا درہم کے نشان باقی رہ جائے گا۔ جو شخص تم میں سے اس کو ملے تو وہ اپنے لیے مغفرت کی دعا اس سے ضرور کرائے۔

وہ ستانے والا شخص وہاں سے لوٹا اور کوفہ میں داخل ہوا اور سیدھا جناب اویس قرنی رحمہ اللہ کے پاس پہنچا اویس قرنی اسے ملے اور کہنے لگے: آج تم خلافِ عادت یہاں کیسے آ گئے؟ اس نے جناب اویس قرنی رحمہ اللہ سے کہا کہ میں جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس سے ہو کر سیدھا آپ کے پاس آ رہا ہوں۔ اور سارا قصہ سنایا۔ پھر یہ شخص کہنے لگا کہ میرے لیے استغفار کیجیے۔ حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ فرمانے لگے: نہیں کروں گا تاوقت کہ تم مجھ سے دو باتوں کا عہد نہ کر لو؛ ایک تو یہ کہ آئندہ مجھ سے مذاق کبھی نہیں کرو گے اور دوسری یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی باتیں کسی اور سے بیان نہ کرنا۔ جب اس شخص نے دونوں باتوں کا عہد کر لیا تو حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ نے اس شخص کے لیے مغفرت کی دعا فرمائی۔

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی جب بھی اہل یمن سے ملاقات ہوتی تو دریافت فرماتے کہ تم میں اویس بن عامر کوئی شخص ہے؟ چنانچہ ایک دفعہ اویس سے ملاقات ہو ہی گئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: اے شخص! تم اویس بن عامر قرنی ہو؟ اُنھوں نے فرمایا: ہاں، میں اویس ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تم قبیلہ مراد سے ہو؟ اُنھوں نے کہا: جی ہاں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تمھارے جسم پر سفید داغ ہوتے تھے اور اب صرف ایک درہم کے برابر داغ باقی ہے؟ جناب اویس گویا ہوئے کہ جی ہاں، معاملہ اسی طرح ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر پوچھا: تمھاری والدہ بھی موجود ہے؟ اُنھوں نے کہا: موجود ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ساری باتیں دریافت کرنے کے بعد فرمانے لگے: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا تھا کہ اویس بن عامر یمن کے لوگوں کی ایک جماعت کے ہمراہ تمھارے پاس آئیں گے۔ ان کے جسم پر سفید داغ ہوں گے جو اللہ سے دعا کرنے کے بعد ٹھیک ہو جائیں گے، صرف ایک درہم کے برابر باقی رہے گا۔ ان کی والدہ ہوں گی اور وہ اپنی والدہ کے بہت خدمت گزار ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ایسے پسندیدہ ہوں گے کہ اگر وہ کسی بات پر اللہ کی قسم اُٹھا لیں تو اللہ کریم ان کی بات پوری کر دے گا، لہٰذا اگر تم سے ہو سکے تو تم اس سے اپنے لیے استغفار کرانا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سنانے کے بعد جنابِ اویس بن عامر قرنی رحمہ اللہ سے فرمایا کہ آپ میرے لیے استغفار کیجیے، چنانچہ جناب اویس رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے استغفار فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی اور جناب امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ حکومت میں حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ سے اپنے لیے مغفرت کی دعا کرائی ع

یہ رتبہ بلند ملا جسے مل گیا

اس کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جناب اویس قرنی رحمہ اللہ

سے پوچھا: اب کہاں کا ارادہ ہے؟ اُنھوں نے کہا: کوفے کا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پھر گویا ہوئے کہ میں حاکمِ کوفہ کو تمھارے لیے کچھ لکھ دوں؟ جناب اویس فرمانے لگے: نہیں، مجھے حالتِ فقر میں رہنا زیادہ پسند ہے۔ بعد ازاں جناب اویس رحمہ اللہ کوفہ واپس لوٹے۔ یہاں بہت سے لوگ اویس قرنی کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی باتیں سن چکے تھے، چنانچہ لوگ ان کا اکرام واحترام کرنے لگے۔ بعدازاں حضرت اویس بن عامر قرنی رحمہ اللہ اس علاقے سے ہی روپوش ہوگئے اور چھپ کر رہنے لگے۔

جنگِ صفین میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف سے لڑتے ہوئے آپ رحمہ اللہ نے وفات پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون



(بقیہ: ہمارے دل سخت......)

تیری نگاہیں ان سے تجاوز نہ کرنے پائیں کہ دنیوی زندگی کے ٹھاٹھ کے ارادے میں لگ جائیں، دیکھ، اس کا کہنا نہ ماننا جس کے دِل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہشات کے پیچھے پڑا ہوا ہے اور جس کا کام حد سے گزر چکا ہے۔''

جعفر بن سلیمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''میں جب اپنے دِل میں سختی محسوس کرتا ہوں تو میں فوراً محمد بن واسع رحمہ اللہ کی زیارت کو چلا جاتا ہوں۔''

۸۔ مجاہدہ ومحاسبہ کرنا:

انسان کا اپنے گناہوں پر نظر رکھتے ہوئے اپنے اعمال کا محاسبہ اور اپنے آپ کو سرزنش کرنا بھی اصلاح قلب کا اہم ذریعہ ہے۔ بندہ جب تک اپنے گناہوں کو معمولی خیال کرتے ہوئے توجہ نہ دے گا تو یقیناً وہ اپنے مرض کی حقیقت کو بھی نہیں پا سکے گا اور جب تک مرض کی تشخیص ہی نہ ہو تو صحیح علاج کیوں کر ہوسکتا ہے؟ لہٰذا ان حالات میں نفس کو اس کی کمزوری اور خالق کی محتاجی کا احساس دِلانا، خوابِ غفلت سے بے دار کرنا، اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کی معرفت کروانا اور چھوٹے بڑے گناہوں پر محاسبے کا احساس دلانا ضروری ہے تاکہ ہدایت کے مسدود دروازے کھل سکیں اور حکم خداوندی بجالانے میں آسانی ہو۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ڈرنے والا دِل اور ذکر کرنے والی زبان عطا فرمائے۔ آمین

فرق باطلہ

مولانا محمد حسین بٹالوی کا مرزا قادیانی سے مناظرہ

محمد اشرف جاوید، فیصل آباد

مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ پاک و ہند کے نام وَر عالم دین، فعال اور متحرک انسان تھے۔ یہ حضرت شیخ الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی کے لائق شاگرد تھے حضرت شیخ کو بھی ان پر فخر تھا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد اشاعت اسلام اور ترویج مسلک اہل حدیث کے لیے کمر بستہ ہو گئے آپ رحمہ اللہ وقت کے بہت بڑے مناظر تھے۔ مولانا ہر فن میں یکتا تھے آپ نے عیسائیت اور مرزائیت کی سرکوبی میں نمایاں حصہ لیا اور آپ نے ہی مرزا پر اولین کفر کا فتوی تمام ہندوستان کے علماء سے حاصل کر کے شائع کیا جس سے مرزا بوکھلا اُٹھا اور مولانا کو مرتے دم تک اس کی اشاعت سے روکا۔

مرزا قادیانی سب سے زیادہ مولانا محمد حسین بٹالوی پر برہم وخفا تھا کیوں کہ مولانا نے اس کی جعلی نبوت کو خاک میں ملا دیا تھا۔ مولانا کے ذکر خیر کے لیے یہ مضمون لکھا جا رہا ہے کہ اس وقت مرزا سے پہلا مناظرہ مولانا کا ہوا جب ملک کے علماء ابھی کچھ سوچ رہے تھے۔ اس مناظرے کی مختصر رُوداد ذیل میں ذکر کی جائے گی۔

مولانا محمد حسین بٹالوی کا دورۂ لدھیانہ:

''لدھیانہ میں سب سے بڑا معرکہ مولانا محمد حسین بٹالوی سے مباحثہ تھا جو ۲۰ جولائی ۱۸۹۱ء سے شروع ہوا اور متواتر کئی دن تک جاری رہا۔ بات یوں ہوئی کہ مولوی محمد حسین بٹالوی لدھیانہ میں وارد ہوئے تو ڈینگوں کا ایک پل باندھ دیا کہ مرزا تو میرا شکار ہے میں اس کی تلاش میں اب لدھیانہ آ گیا ہوں یہ اب جاتا کہاں ہے چنانچہ اُنھوں نے مباحثے کے لیے پیغام بھیجا۔ بعض دوستوں نے حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت آپ تو اللہ والے ہیں اور مولوی محمد حسین بٹالوی چالاک ہے اس نے بہت موقعوں پر حنفیوں پر فتح پائی ہے، بہت چلتا پُرزا آدمی ہے، آپ اس سے بحث نہ کریں۔'' (مجدد اعظم: ۱/۲۵۹)

اس عبارت سے مولانا محمد حسین بٹالوی کی علمی وقعت کا اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا کے علمی رُعب و دبدبے کا چرچہ پورے ہندوستان میں تھا۔ صاحبِ ''مجدد اعظم'' نے لکھا ہے:

''آپ جیسے اللہ والوں کا کام بحث مباحثہ نہیں ہوا کرتا حضرت نے فرمایا کہ اس کو کوئی اللہ والا ملا نہیں بحث ہونے دو ان شاء اللہ اس کی علمیت کی پوری حقیقت کھول دی جائے گی اور یہ جان جائے گا بحث اس کا نام ہے بے چارے ملاں سے اس کو پالا پکڑتا رہا ہے کسی اللہ والے اور صاحب بصیرت سے اس کو پالا نہیں پڑا اس کے دماغ میں تکبر کا کیڑا ہے وہ جب تک نہیں نکلے گا تب تک اسے ٹھنڈک نہیں پڑے گی۔ کسی نے عرض کیا کہ بحث کس مسئلے میں ہوگی فرمایا: وفات مسیح میں بحث ہوگی۔ اور یہی اصل ہے۔ عرض کیا اگر وہ وفات مسیح میں بحث نہ کرے کیوں کہ ایسا سنا گیا ہے کہ وہ وفات مسیح کے مسئلے کو نہیں چھیڑے گا وہ تو نزول مسیح کے مسئلہ میں گفتگو کرے گا۔ فرمایا نزول مسیح کا بحث سے کیا تعلق ہے نزول المسیح تو ہم خود بھی مانتے ہیں اگر نزول مسیح ہم نہ مانتے تو ہمارا دعوی مسیح موعود ہونے کا کیسے چل سکتا تھا پھر ہمارا دعوی اور بنائے دعوی ہی غلط ہو گیا۔ اور جو اس نے نہ مانا اور وفات مسیح کی بحث ترک کی اور نزول مسیح پر ہی زور دیا، لامحالہ وفات مسیح کی بحث ضمنی طور پر ضرور درمیان میں آوے گی۔

مولوی محمد حسین سے بحث تو ہونے دو، پھر دیکھا جائے گا۔“
(مجدد اعظم:۱/ ۲۵۹)

مباحثہ لدھیانہ مولانا بٹالوی کے رسالے ”اشاعۃ السنۃ“ میں تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے جو جلد ۱۳ و جلد ۱۴ میں مذکور ہے۔ اس سے مرزا کا مبلغ علم ظاہر ہو گیا فتح کا میدان مولانا محمد حسین بٹالوی کے ہاتھ میں رہا۔

”آئمہ تلبیس“ کا مؤلف تحریر کرتا ہے:

”مرزا نے علمائے لدھیانہ سے چھیڑخانی کرتے وقت مناظرے کا جو چیلنج دیا تھا اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ اگر تم لوگ مناظرہ نہ کرنا چاہو تو اپنی طرف سے مولانا محمد حسین کو کھڑا کر لو جب مولانا محمد حسین کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ لدھیانہ پہنچ گئے اور مولانا محمد حسن لدھیانوی (رئیس لدھیانہ) کو بھی بھیج کر مناظرے کی دعوت دی اور موضوع بحث یہ پیش کیا کہ ”کیا وہ مسیح جس کے قدوم کی احادیث نبویہ میں بشارت دی گئی ہے، وہ مرزا غلام احمد قادیانی ہے؟“ اس کے جواب میں مرزا نے کہا کہ میں اپنی مسیحیت پر گفتگو کرنے کو تیار نہیں ہوں بلکہ صرف مسئلہ حیات وممات مسیح علیہ السلام پر گفتگو کروں گا کیوں کہ میرا دعویٰ اس بنا پر ہے جب بنائے دعویٰ ٹوٹ جائے گا تو دعویٰ بھی باطل ٹھہرے گا۔ اس کے جواب میں مولانا بٹالوی رحمہ اللہ نے لکھوا بھیجا کہ آپ کے اشتہار میں دونوں دعوے موجود ہیں حضرت مسیح علیہ السلام کی رحلت کا دعوی اور اپنے مسیح ہونے کا دعوی ان دونوں دعاوی میں ایسا تلازم نہیں ہے کہ ایک کے ثبوت سے دوسرا دعوی ثابت ہو جائے لہٰذا پہلے تمھارے مسیح موعود ہونے پر گفتگو ہونی چاہیے اس کے بعد مسئلہ حیات مسیح علیہ السلام زیر بحث آئے اور بہ حکم اصول مناظرہ ہم کو اختیار ہے کہ آپ کے جس دعوے پر چاہیں پہلے بحث کریں۔ ہاں، اگر آپ اپنے مسیح موعود ہونے کے دعوے سے دست بردار ہو جاتے تو پھر مسئلہ حیات مسیح علیہ السلام پر گفتگو ہو سکتی ہے۔ مرزا نے اس کا جو بودا جواب لکھ بھیجا اس سے ہر شخص نے یقین کر لیا کہ مرزا مباحثے سے گریزاں ہے جب مرزا کے پٹیالوی مریدوں کو اپنے مقتدا کے گریز و فرار کا علم ہوا تو اُنھوں نے لدھیانہ آ کر مرزا کو مباحثے پر مجبور کیا آخر مباحثہ ہوا۔

مولانا محمد حسین نے یہ سوال کیا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی تمام حدیثیں تمھارے نزدیک صحیح ہیں یا نہیں؟ مرزا نے ٹال مٹول اور حیلے بہانے شروع کیے اور بارہ دن تک غیر متعلق باتوں میں جواب کو ٹالتا رہا کیوں کہ اس نے تہیہ کر رکھا تھا کہ اصل سوال کا جواب نہیں دوں گا۔ آخر جب ہر جگہ مشہور ہوا کہ قادیانی اتنے دن سے صرف ایک سوال کا جواب دینے میں لیت ولعل کر رہا ہے تو مرزا اور مرزائیوں کا ہر جگہ مذاق اُڑایا جانے لگا اور بدنام اور رسوائی ان پر ہر طرف سے مسلط ہوئی۔ جب امرتسر اور لاہور کے مرزائیوں کو معلوم ہوا کہ ان کا مسیح بارہ دن سے صرف ایک سوال کا جواب دینے سے لیت ولعل کر رہا ہے تو اس کا ایک حواری حافظ محمد یوسف ضلع دار نے مرزا کو پیغام بھیجا کہ یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ ان سوالات و جوابات میں تو آپ ذلیل ہو رہے ہیں اور فریق ثانی آپ کی آبرو مٹی میں ملا رہا ہے۔ ان سوالات و جوابات سے مولوی محمد حسین کا یہی مقصد ہے کہ آپ کو ذلیل کرے اس سے مناسب ہے کہ اس بحث کو جلد ختم کر دیجیے ورنہ اور زیادہ ذلت ہوگی۔“ (ائمہ تلبیس: ۲/ ۳۲۴، ۳۲۵)

غرض حافظ محمد یوسف کے انتباہ کا یہ اثر ہوا کہ مرزا نے بارھویں دن کی تحریر کے ساتھ موقوفی بحث کی درخواست پیش کر کے اپنی جان چھڑالی۔ یاد رہے کہ حافظ محمد یوسف ضلع دار پہلے پہل مرزا قادیانی کا بہت مداح اور مرید خاص تھا یہ مولانا محمد حسین بٹالوی کے ساتھیوں میں

(باقی صفحہ ۳۰ پر ملاحظہ فرمائیں)

افکارِ معاصرین

سودی معیشت کا جھوٹ اور مہنگائی

اوریا مقبول جان

سودی معیشت کا کمال یہ ہے کہ اس کے چلانے والوں نے ایک عالمی معاہدے کے تحت تمام حکومتوں کو جھوٹ بولنے، فراڈ کرنے اور دھوکہ دینے کا مکمل اختیار دے رکھا ہے اور ان کے اس اختیار کو عالمی اور ملکی سطح پر قانونی طور پر تحفظ بھی حاصل کیا ہے۔ اگر ایک شخص کی دکان میں دو لاکھ کا مال ہو اور وہ اس کا سودا کرتے وقت ایک کاغذ پر یہ تحریر لکھ کر دے کہ اس میں پانچ لاکھ روپے کا مال ہے اور خریدار کی گنتی کرنے پر ایسا نہ نکلے تو فوراً اس پر فوجداری مقدمات کھل جاتے ہیں۔ دھوکہ دہی کی تمام شقیں حرکت میں آجاتی ہیں۔ تھانہ، جیل، کورٹ کچہری اور وکیلوں کے چکر لگنا شروع ہو جاتے ہیں۔ ایک عام آدمی کے بینک میں اگر ایک لاکھ روپے موجود نہ ہوں اور وہ اس رقم کا چیک لکھ کر دے اور بینک کی زبان میں چیک ''ڈس آنر'' ہو جائے تو وہ ناقابل ضمانت جرم کے تحت جیل کی ہوا کھاتا ہے۔ لیکن اس عالمی سودی نظام کا کمال دیکھیں کہ قومی ریاستوں کو ایسا کرنے کی کھلی چھوٹ دی گئی ہے۔

امریکا کے شہر بریٹن ووڈز (Bretton Woods) کے ہوٹل ماؤنٹ واشنگٹن میں چوالیس ممالک کے سات سو تیس نمائندے 22 جولائی 1944ء کو جمع ہوئے۔ جنگِ عظیم دوم کا پانسہ پلٹنے والا تھا۔ 6 جون 1944ء نارمنڈی فتح ہو چکا تھا۔ امریکا اپنی پوری طاقت اور ڈالر کے نشے میں مست پوری دنیا کی کرنسیوں کو کنٹرول کرنا چاہتا تھا۔ اس کانفرنس میں ایک ایسا معاہدہ کیا گیا جو عالمی مالیاتی نظام کی خشتِ اوّل ہے اور آج یہ بریٹن ووڈز معاہدے کے طور پر تمام ممالک میں نافذ العمل ہے۔ اس معاہدے کا نتیجہ یہ ہے کہ معاشی طور پر کسی بھی ریاست کو اقتدارِ اعلیٰ حاصل نہیں رہا۔ وہ تمام سیکولر نعرے باز جو اللہ کے اقتدارِ اعلیٰ کے تصور کے مقابلے میں عوام اور ریاست کے اقتدارِ اعلیٰ کا نعرہ لگاتے ہیں، یہ معاہدہ ان کے اس تصور کے منہ پر زوردار تھپڑ کا بدنما نشان ہے۔ اس معاہدے کے تحت تمام اقوام نے اپنی آزادی ایک عالمی ادارے آئی ایم ایف کے ہاتھ گروی رکھ دی ہے۔ کوئی ملک اپنی آزاد اور خود مختار کرنسی نہیں رکھ سکتا۔ ہر کرنسی کی مالیت دنیا بھر کی کرنسیوں کی مالیت کی محتاج ہے۔ ہر ملک کو صرف اور صرف کاغذ کے نوٹوں سے ہی کاروبارِ حکومت چلانے کا پابند کیا گیا ہے۔ آزادی تو اس طرح ہوتی کہ اگر آپ سونے اور چاندی کے سکوں میں کاروبار کرتے۔ سونے اور چاندی کے سکے دنیا بھر میں کسی شرح تبادلہ کے محتاج نہیں ہوتے۔ واشنگٹن، پیرس، ماسکو اور اسلام آباد میں سونا ایک جیسے دام اور شرح رکھتا ہے۔ لیکن اس معاہدے کے تحت حکومتوں کو دوسری حکومتوں سے کاروبار کے لیے کاغذ کے نوٹوں کا پابند بنایا گیا اور ہر ملک کے نوٹوں کی قیمت کو متعین کرنے کے لیے (International Bank of Settlement) قائم کیا گیا۔ اس سودی معیشت کو عالمی سیاسی نظام سے منسلک کرنے کے لیے ٹھیک گیارہ ماہ بعد اور جرمنی کے ہتھیار ڈالتے ہی جون 1945ء میں امریکی شہر سان فرانسسکو میں ایک چارٹر پر دستخط کیے گئے جس کے تحت اقوام متحدہ کو قائم ہونا تھا۔ یوں اکتوبر 1945ء میں اقوام متحدہ وجود میں آئی اور اب کسی ملک کے پاس سیاسی اقتدارِ اعلیٰ بھی باقی نہ رہا اور معاشی طور پر تو وہ ویسے بھی غلام بنا لیے گئے تھے۔ محلے کے بدمعاشوں کی طرح پانچ غنڈے اور ان کے چار پانچ درجن حواری ممالک پوری دنیا کی آزادی اور خود مختاری سے کھیلنے لگے۔ جس ملک کی کرنسی چاہتے ہیں بے توقیر بنا دیتے اور جس کی چاہتے ہیں آسمان پر چڑھا دیتے ہیں۔ جنرل اسمبلی میں ایک قرار داد پاس ہوتی ہے اور نیٹو کے 48 غنڈوں کو غریب ملک افغانستان پر چڑھ دوڑنے کا اختیار مل جاتا ہے۔ اللہ کے اقتدارِ اعلیٰ سے انکار کی یہی قیمت ہے جو پوری دنیا کے ممالک چکا رہے ہیں، لیکن ہر ریاست اس فریب میں مبتلا ہے کہ اقتدارِ اعلیٰ اس کے پاس ہے۔

بریٹن ووڈز معاہدے کے تحت ہر ملک کو اس کے معاشی سائز کے

مطابق ایک کوٹہ دیا گیا جس سے اس کے نوٹوں کی قیمت متعین ہوتی ہے۔ آغاز میں اسے کسی ملک کے پاس موجود سونے کے ذخائر کے ساتھ منسلک کیا گیا، لیکن ساتھ ہی ملکوں کو قرضوں میں جکڑنے کے لیے کرنسیوں کی قیمتوں کے ساتھ کھیلا گیا۔ 1950ء کے آتے آتے امریکا گولڈریز رو میں اتنا طاقت ور ہوگیا تھا کہ ڈالر کو سونے کا متبادل سمجھا جانے لگا کیوں کہ اس کے پاس دنیا کے گولڈریزور کا دوتہائی تھا۔ اب تو بس کاغذ کے نوٹ تھے اور جھوٹ کا کاروبار۔

معاشی ماہرین نے حکومتوں کو معاشی بدحالی اور عالمی منڈی میں خرید وفروخت کو متوازن رکھنے کے بے شمار گُر سکھائے اور پورے نظام کو گورکھ دھندا بنایا۔ اپنی مالی حالت سدھارنے کے گُر ملاحظہ کریں۔ پہلا یہ کہ شرح سود میں اضافہ کرو اور خرچے کم کرو، دوسرا اپنی کرنسی کی قیمت گرادو، تیسرا برآمدات کم کردو، اپنے سونے کے ذخائر کی نسبت نوٹ زیادہ چھاپو۔ یہ سب سکھانے کے بعد 1971ء میں رچرڈ نکسن نے ایک نیا حکم نامہ پوری دنیا کے لیے جاری کر دیا۔ پوری دنیا اس لیے کہ سب ملکوں کی کرنسیاں ڈالر کے اردگرد گھومنے لگی تھیں۔ اس نے کہا کہ اب ہم ڈالر گولڈ ریزرو کے مطابق نہیں چھاپیں گے بلکہ ایک نیا لفظ دنیا کی معاشیات کو دیا گیا کہ کسی ملک کی ساکھ یعنی (Goodwill) اس ملک کی کرنسی کی قیمت کو متعین کرے گی۔ اندازہ کریں کہ 1963ء میں امریکا کے ذمے بیرونی ممالک کے بینکوں کی جتنی واجب الادا رقم تھی اس کے حساب سے اس کے پاس سو فیصد سونے کے ذخائر موجود تھے مگر 1971ء کے بعد اس نے دنیا بھر سے کاغذ کے نوٹوں کی صورت اس قدر قرض لیا کہ اس رقم کے مقابلے میں اس کے سونے کے ذخائر صرف 22 فیصد رہ گئے۔ یعنی پوری دنیا میں ایسے جعلی اور جھوٹے کاغذ کے نوٹ گھومنے لگے جن پر ایک جھوٹی عبارت وعدے کی صورت تحریر ہوتی ہے کہ ہم اس کے بدلے میں سونا، چاندی، گندم یا چاول دیں گے۔

یہ وہ سودی بینک کاری اور کاغذی معیشت کا تہہ در تہہ جعلی نظام ہے جس کی چکی میں اس دنیا کا عام آدمی پس رہا ہے۔ میرے ملک پاکستان میں تو یہ جھوٹ اور فراڈ کا کاروبار گذشتہ چار دہائیوں سے زوروں پر ہے۔ پاکستان کے پاس اس وقت سونے کے ذخائر 318 ارب کے قریب ہیں اور اس مملکت کی ساکھ یعنی (Goodwill) کے تو کیا کہنے، بچہ بچہ جانتا ہے کہ معاشی حوالے سے دنیا میں ہماری کیا عزت ہے۔ لیکن پھر بھی موجودہ حکومت کے برسراقتدار آنے سے پہلے تک ایک ہزار سات سو ارب روپے کے نوٹ چھاپے جا چکے تھے، اور اب موجودہ حکومت روزانہ چھ ارب روپے کے نئے چمکتے اور جھوٹے نوٹ مارکیٹ میں لا رہی ہے۔ ان چھ ارب نوٹوں پر ایک عبارت گورنر سٹیٹ بینک کے دستخطوں سے تحریر ہوتی ہے کہ ''حامل ہذا کو مطالبے پر ادا کرے گا'' کیا ادا کرے گا اور کیسے ادا کرے گا، یہ کسی کو نہیں معلوم۔

18 کروڑ عوام کے بھروسے کو اس طرح مستقل دھوکہ دینا اور ان سے فراڈ کرنا صرف حکومتوں کا ہی کام ہے۔ پوری حکومت ایک ایسے دکاندار کی طرح ہے جس کی دکان میں دو لاکھ کا مال ہے اور وہ پانچ لاکھ کا بتا کر فروخت کر رہا ہے۔ اب جس کے ہاتھ میں دو لاکھ کا مال پانچ لاکھ روپے کی قیمت میں آئے گا وہ اسی حساب سے اسے مہنگا بیچے گا۔ اس طرح ٹماٹر، آلو، گوبھی، پیاز، آٹا اور گوشت وغیرہ اور دیگر چیزیں مہنگی ہوتی ہیں۔ یہ مہنگائی گوادر سے گلگت تک یکساں ہوتی ہے۔ اس کے باوجود کس قدر ڈھٹائی سے کہا جاتا ہے کہ مہنگائی کو کنٹرول کرنا تو صوبائی حکومتوں کا کام ہے۔

پوری دنیا میں جھوٹ اور بددیانتی کا یہ کاروبار چلتا ہے۔ اسے عالمی سودی غنڈہ گردی تحفظ دیتی ہے۔ ذرا سوچیں اگر کوئی شخص، گھر میں بیٹھ کر حکومت کی طرح ہی ایک جعلی رسید یعنی کرنسی خواہ ڈالر، یورو اور روپے چھاپے تو پوری دنیا سونگھتے سونگھتے اس کے پاس جانکلتی ہے اور اسے عبرت ناک انجام سے دوچار کرتی ہے۔ حالانکہ سونا حکومت کے پاس بھی نہیں اور وہ بھی سونے سے تہی دامن ہے۔ دونوں جھوٹ بول رہے ہوتے ہیں اور جھوٹے نوٹ چھاپ رہے ہیں۔ لیکن ایسا فراڈ کرنے،

(باقی صفحہ ۳۰ پر ملاحظہ فرمائیں)

الاعتصام دوسروں تک بھی پہنچائیں

الحمدللہ ہفت روزہ الاعتصام لاہور، اپنے سفر کی 65 ویں منزل میں داخل ہوگیا ہے۔ اس کے مضامین تحقیقی، علمی وفقہی ہونے کے ساتھ ساتھ تفسیر القرآن، درسِ حدیث، علوم ومعارف کے علاوہ بین الاقوامی اور ملکی سیاسی، سماجی مسائل پر بھی ہوتے ہیں۔ الاعتصام جہاں جہاں پہنچ رہا ہے اللہ کے فضل وکرم سے اس کے مضامین کو لوگ ذوق شوق سے خود بھی پڑھتے ہیں اور دوسروں کو بھی یقیناً پڑھاتے ہوں گے۔ ہم قارئین سے التماس کرتے ہیں کہ الاعتصام کی توسیع اشاعت کے لیے تھوڑی تھوڑی کوشش کر کے اپنے دوستوں، اہل علم حضرات وخواتین، مساجد ومدارس کے منتظمین وغیرہم کو ترغیب دلائیں اور اسے جاری کروائیں۔

سالانہ زرتعاون مبلغ پانچ سو روپے ہے۔ ششماہی تین سو روپے ہے۔ بہ ذریعہ منی آرڈر یا بہ ذریعہ چیک (بغیر کراس) یہ رقم ارسال کی جاسکتی ہے۔ سال میں پچاس شمارے ہوتے ہیں اور سال کے بعد ایک پوری کتاب بن جاتی ہے۔ خطباء حضرات کے لیے ''الاعتصام'' بڑا ممد ومعاون ہوتا ہے۔ کئی خطیب حضرات اس کے مضامین سے استفادے کے بعد خطبات جمعۃ المبارک ارشاد فرماتے ہیں۔ نیز کتاب وسنت کی صحیح راہنمائی کے لیے بھی اس کا مطالعہ بڑا مفید ہے۔ قارئین کوشش فرمائیں اور نئے دوستوں کے نام جاری کروائیں۔ امید ہے آپ سب حضرات ادارے کے ساتھ تعاون فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔ جزاکم اللہ خیراً

(ناظم دفتر ہفت روزہ الاعتصام، ۳۱۔شیش محل روڈ، لاہور ۵۴۰۰۰)

تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

رزق کی کُنجیاں

تالیف: پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی حفظہ اللہ
ضخامت: ۲۱۱ صفحات
ناشر: دارالنور، اسلام آباد۔ فون نمبر 0321-5336844
ملنے کا پتا: مکتبہ قدوسیہ، رحمان مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار لاہور
تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

زیرِ تبصرہ کتاب کی بنیاد قرآن و حدیث کی وہ تعلیمات ہیں جو اسلام کے اُن سنہرے اُصولوں کو وضع کر کے انسانوں کے لیے رزق کے دروازے کھولتی ہیں اور مدد و معاون ہیں۔ اللہ کریم نے انسان کو تخلیق فرمایا اور اس کے لیے رزق کا بھی بندوبست فرمایا۔ انسانوں کی راہنمائی اور ہدایت کے لیے اپنے پاک باز انبیائے کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور انھیں ایسے اُصول وضابطے عطا فرما دیے کہ جن پر چلتے ہوئے انسان کے لیے عبادت اور ریاضت کے ساتھ ساتھ اس کے معاشی مسائل بھی حل ہوتے چلے گئے۔ نبی کریم رؤوف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر دعا فرمایا کرتے تھے:

((ربنا آتنا في الدنيا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار.))

''اے ہمارے رب! ہمیں دنیا اور آخرت میں بہتری عطا فرمانا اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچانا۔''

زیرِ تبصرہ کتاب کے مؤلف محترم ایک کہنہ مشق اور علم پرور شخصیت ہیں اُنھوں نے اپنی اس کتاب میں رزق کے اسباب پر تقریباً تیس کے قریب نکات کی صورت میں وضاحت سے گفتگو فرمائی ہے اور ثابت فرمایا ہے کہ کسبِ معاش کے لیے انسان اگر اسلام کی سچی تعلیمات پر عمل پیرا رہے تو اس کے لیے رزق کے دروازے کھلتے ہیں اور اسے بابرکت روزی بافراغت ملتی ہے۔

کتاب کے حصہ اول میں رزق کی دس کُنجیوں؛ استغفار و توبہ، تقویٰ، اللہ تعالیٰ پر توکل، اللہ کریم کی عبادت کے لیے فارغ ہونا، حج و عمرے میں متابعت، صلہ رحمی، اللہ کی راہوں میں خرچ کرنا، شرعی علوم کے حصول کے لیے وقف ہونے والوں پر خرچ کرنا، کمزوروں کے ساتھ احسان کرنا، پر سیر حاصل مواد صفحہ ۹۲ تک درج کتاب ہے۔

ص ۹۳ سے کتاب کے دوسرے حصے میں رزق کی بیس کنجیاں درج ہیں۔

''آخرت کو اپنا مطمحِ نظر بنانا، اللہ تعالیٰ کی کتاب پر عمل، احسان، ایمان اور عمل صالح''، وغیرہ موضوعات پر دلائل و براہین کی کثرت دیکھنے کو ملتی ہے۔

یہ نیا ایڈیشن اضافہ شدہ ہے اور کتاب کی خصوصیات میں حسنِ طباعت، عمدہ کاغذ، کمپیوٹر کمپوزنگ اور خوب صورت مضبوط جلد ہے۔ اللہ کریم سے دعا ہے کہ وہ مؤلف، ناشر اور اس میں معاونت کرنے والوں کو حسنِ معاملہ سے نوازے۔

درسِ نظامی کی اصلاح اور ترقی

تالیف: مولانا محمد بشیر سیالکوٹی حفظہ اللہ
ضخامت: ۵۲۸ صفحات
ناشر: دارالعلم، آب پارہ مارکیٹ، اسلام آباد۔
فون نمبر: 051-2253733
تبصرہ نگار: ملک عصمت اللہ

زیرِ نظر کتاب مولانا محمد بشیر سیالکوٹی کی تصنیف ہے جسے دارالعلم،

آب پارہ مارکیٹ اسلام آباد نے شائع کیا ہے۔اس کا موضوع اس کے نام ہی سے عیاں ہے۔

مولانا محمد بشیر صاحب نے اپنی تعلیم کا آغاز اپنے آبائی گاؤں سے کیا اور پھر جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ، جامعہ سلفیہ فیصل آباد سے ہوتے ہوئے دارالکلیہ فیصل آباد پر پایۂ تکمیل کو پہنچایا۔

ان میں عربی سیکھنے کا شوق اور لگن ابتدا ہی سے تھی۔قابل اساتذہ اور مشاہیر علماء کی صحبت نے سونے پر سہاگے کا کام کیا۔جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں داخلہ لیا۔اس دوران وہ عرب ممالک میں عربی کی تعلیم وتدریس پر ریسرچ کرتے رہے۔عرصہ دراز تک پاکستانی سفارت خانہ جدہ میں مترجم کے عہدے پر فائز رہے۔سعودی عرب میں رہتے ہوئے عربوں اور سعودی علماء سے وسیع روابط قائم کیے۔اس سے ان کا ذہنی اُفق مزید وسیع ہوا اوران کی عربی دانی کوجلا ملی۔

سعودیہ کے علاوہ دیگر عرب ممالک مصر، شام، لبنان، اردن، عمان اور متحدہ عرب امارات کے دورے کیے اوران کے نصاب اور طرز تعلیم کا مشاہدہ کیا اور اپنی عمر بھر کی ریسرچ اور اپنے تجربات و مشاہدات کے نچوڑ کو اس کتاب میں پیش کیا ہے۔ان تجربات اور مشاہدات کے تناظر میں برصغیر کے اسلامی مدارس میں رائج صدیوں پرانے ''درس نظامی'' کے نصاب اور تعلیم پر ایک تنقیدی نگاہ ڈالی۔اس کی خوبیوں اور خامیوں کی نشان دہی کی۔عربی زبان کی اہمیت کو اُجاگر کیا۔تعلیمی پس ماندگی کے اسباب گنوائے اور عربی زبان کے خلاف عجمی سازشوں کا محاسبہ کیا اور اسلامی مدارس میں رائج نصاب کو تبدیل کرنے اور طرز تعلیم کو بدلنے پر زور دیا ہے۔

درس نظامی کے نصاب کو پڑھنے میں اس قدر محنت شاقہ کرنی پڑتی ہے کہ طالب علموں کی اکثریت ابتدا ہی میں تعلیم سے متنفر ہو کر بھاگ جاتی ہے۔نصاب کی سختی کی عکاسی ایک شاعر نے فارسی میں یوں کی ہے ؎

صرف میر و صرف میر و صرف میر
شیر نر را مے کند روباہِ پیر

ان مشکلات کے پیش نظر مصنف کتاب نے نیا نصاب بھی تجویز کیا ہے اور تعلیم کے موجودہ طریقے کی بجائے عملی طریقہ اختیار کرنے پر زور دیا ہے۔ان کا یہ کہنا سو فیصد درست ہے کہ ''سننا سننے سے آتا ہے، بولنا بولنے سے آتا ہے، پڑھنا پڑھنے سے آتا ہے اور لکھنا لکھنے سے آتا ہے۔''

ان حالات میں یہ کتاب ان حضرات کے لیے مشعل راہ ثابت ہوگی جو تبدیلی لانے کا جذبہ اور حوصلہ رکھتے ہیں۔

اس کتاب میں بعض عنوانات اور مضامین کی تکرار ہے۔اگر اس تکرار کو حذف کر دیا جائے تو کتاب کی ضخامت کم ہو سکتی ہے۔

(بقیہ :مولانا محمد حسین بٹالوی ......)

سے تھا۔مولانا کو ان کے مرزائی ہونے کا دلی قلق تھا آپ رحمہ اللہ نے بہت کوشش کے بعد ان سرکردہ لوگوں کو راہِ راست پر دوبارہ بتوفیقہ چلایا جو مرزا کے دامن تزویر میں پھنس چکے تھے۔جس کی تفصیل آپ ''عصاء موسیٰ'' اور ''اشاعۃ السنۃ'' میں دیکھ سکتے ہیں۔

(بقیہ : سودی معیشت کا جھوٹ اور مہنگائی)

جھوٹ بولنے اور دھوکہ دینے کا اختیار صرف حکومت کے پاس ہے! اس عذاب کی آخری حد بہت خطرناک ہے۔نوٹوں کی بوریاں بھری رہ جاتی ہیں اور اناج کی بوریاں خالی ہو جاتی ہیں۔لوگ منافع کے لالچ میں اپنی اشیاء بہتر کرنسی کی منڈیوں میں لے جاتے ہیں۔یعنی کھانے پینے کی چیزیں بیرون ملک جانے لگتی ہیں۔ہم لوگوں کو تسلی دیتے ہیں کہ برآمدات میں اضافہ ہو رہا ہے۔سیب، کنو، ٹماٹر، ادرک، گندم باہر جا رہے ہیں۔اصل میں یہ برآمدات نہیں بلکہ اٹھارہ کروڑ لوگوں کی بھوک میں اضافہ کیا جا رہا ہے۔لیکن کسی نے بھوکے لوگوں کے طوفان اور غیض وغضب کا شاید ابھی تک اندازہ نہیں کیا، اگر کر لیتے تو کانپ اُٹھتے۔جو کچھ وہ کر رہے ہیں انھیں مستقبل میں صرف بہتے لہو میں ڈوبی گلیاں اور در و دیوار ہی دیکھنے کو ملیں گے۔

دعائے صحت

قاری امتیاز الرحمان، گرین ٹاؤن، لاہور دو ماہ سے علیل ہیں۔قارئین ان کی جلد صحت کے لیے دعا فرمائیں۔اللہ تعالیٰ انھیں شفائے کامل عاجل عطا فرمائے۔آمین۔(محمد علی جوہر)

فہرست اردو کتب

محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری

دارالدعوۃ السّلفیہ، لاہور

۸۹۳ء۲۹۷ ڈاکٹر محمد بہاء الدین
ب۸۵ت تحریک ختم نبوت (حصہ اول :۱۸۹۱ء-۱۸۹۶ء) ،
ص:۳۸۲۔ادارہ صراطِ مستقیم۔
۲۔تحریک ختم نبوت (حصہ دوم:۱۸۹۶ء-۱۹۰۵ء)،
ص:۳۶۷۔مکتبہ قدوسیہ، لاہور۔
۳۔تحریک ختم نبوت (حصہ سوم:۱۹۰۲-۱۹۱۲ء)،
ص:۵۷۵۔مکتبہ قدوسیہ، لاہور۔
۴۔تحریک ختم نبوت (حصہ چہارم:۱۸۹۲ء-۱۹۱۲ء)،
ص:۵۷۶۔مکتبہ قدوسیہ، لاہور۔
۵۔تحریک ختم نبوت (حصہ پنجم:۱۸۹۱ء-۱۹۱۲ء)،
ص:۵۱۰۔مکتبہ قدوسیہ، لاہور۔
۶۔تحریک ختم نبوت (حصہ ششم:۱۸۹۱ء-۱۹۱۲ء)،
ص:۵۷۶۔مکتبہ قدوسیہ، لاہور۔
۷۔تحریک ختم نبوت (حصہ ہفتم:۱۸۹۱ء-۱۹۱۲ء)،
ص:۵۷۶۔مکتبہ قدوسیہ، لاہور۔
۸۔تحریک ختم نبوت (حصہ ہشتم:۱۸۹۱ء-۱۹۱۲ء)،
ص:۵۲۸۔مکتبہ قدوسیہ، لاہور۔
۹۔تحریک ختم نبوت (حصہ نہم:۱۸۹۱ء-۱۹۱۲ء)،
ص:۵۴۴۔مکتبہ قدوسیہ، لاہور۔
۱۰۔تحریک ختم نبوت (حصہ دہم:۱۸۹۱ء-۱۹۱۲ء)،
ص:۵۴۴۔مکتبہ قدوسیہ، لاہور۔
۱۱۔تحریک ختم نبوت (حصہ یازدہم:۱۸۹۱ء-۱۹۱۲ء)،
ص:۵۴۴۔مکتبہ قدوسیہ، لاہور۔
۱۲۔تحریک ختم نبوت (حصہ دوازدہم:۱۸۹۱ء-۱۹۱۲ء)،
ص:۵۴۵۔مکتبہ قدوسیہ، لاہور۔
۱۳۔تحریک ختم نبوت (حصہ سیزدہم:۱۸۹۱ء-۱۹۱۲ء)،
ص:۵۴۴۔مکتبہ قدوسیہ، لاہور۔

۸۹۳ء۲۹۷ ثناءاللہ امرتسری
ث۲۷ن نکاح مرزا ، ص: ۲۴۔ ندوۃ المحد ثین گوجرانوالہ، پاکستان۔(۲عدد)

۸۹۳ء۲۹۷ ثناءاللہ امرتسری
ث۲۷ب بطش قدیر بر قادیانی تفسیر کبیر،ص: ۷۷۔مکتبہ ناصریہ، فیصل آباد۔

۸۹۳ء۲۹۷ ثناءاللہ امرتسری
ث۲۷م مباحثہ سرگودھا،ص:۱۱۲۔مکتبہ ناصریہ، فیصل آباد۔

۸۹۳ء۲۹۷ ثناءاللہ امرتسری
ث۲۷ع عجائبات مرزا،ص:۳۱ندوۃ المحد ثین، گوجرانوالہ۔(۴عدد)

۸۹۳ء۲۹۷ ثناءاللہ امرتسری
ث۴۷ت تاریخ مرزا،ص:۶۳۔مطبع لال سٹیم، لاہور۔

۸۹۳ء۲۹۷ اختر فتح پوری
(۳۰۶ق قادیانی تحریک کا سیاسی پس منظر،ص: ۴۸۔ ادارہ اشاعۃ السنۃ، فیصل آباد۔

۸۹۳ء۲۹۷ حبیب اللہ امرتسری (مجموعہ ۲کتب)
ح۲۱۶ح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع اور آمد ثانی حافظ ابن تیمیہ حرانی کی زبانی اور مرزا قادیانی کی کذب بیانی، ص:۱۶۔مکتبہ حبیب بیڈن روڈ، لاہور۔

۲۔ محمد حنیف یزدانی قصوری ۔ مرزائے قادیان اور علمائے اہل حدیث،ص:۱۰۰۔مکتبہ نذیریہ، چیچہ وطنی ۔

۲۹۷ء۸۹۳ ابوالقاسم رفیق دلاوری

ر۴۷ر رئیس قادیان (حالات زندگی)،ص:۲۲۴۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان ۔ (۲عدد)

۲۹۷ء۸۹۳ محمد سلیمان منصور پوری

س۴۷ت تائید الاسلام حصہ دوم: غایت المرام ،ص: ۱۵۰ ۔ عبدالشکور قریشی ۔ (۲عدد)

۲۹۷ء۸۹۳ محمد اسماعیل

ا۴۲ ل اعلاء الحق الصریح بتکذیب مثیل المسیح ،ص: ۴۴۔ مطبع الانصاری، دہلی ۔

۲۹۷ء۸۹۳ محمد مسلم

م۶۲۸ح حقیقت مرزا،ص:۹۶۔محمد بن مسلم کمپاؤنڈ، کراچی ۔

۲۹۷ء۸۹۳ ابوالحسن علی ندوی

ح۴۸ق قادیانیت،ص:۲۲۸۔ اِدارہ نشریات اسلام، لاہور۔

۲۹۷ء۸۹۳ پیر بخش (مجموعہ۴ کتب)

پ۹۳ب بحث مسئلہ بروز و دعویٰ رسالت ،ص:۱۶۔ انجمن تائید اسلام، لاہور۔

۲۔مرزائی صاحبان کے ہینڈ بل نمبر ۸ کا جواب،ص:۱۶۔ انجمن تائید اسلام، لاہور

۳۔نبوت قادیانی،ص:۱۶۔انجمن تائید اسلام، لاہور۔

۴۔بشارت محمدی فی ابطال رسالت غلام احمدی ،ص: ۱۰۲۔ انجمن تائید اسلام، لاہور۔

۲۹۷ء۸۹۳ عتیق الرحمٰن (سابق مبلغ جماعت مرزائیہ)(مجموعہ ۳ کتب)

ع۶۱ق قادیانی فتنہ،ص:۲۹۲۔مکتبہ پاسبان ختم نبوت، چنیوٹ ۔

۲۔ابراہیم میر سیالکوٹی۔صدائے حق ،ص: ۱۶۔ اقبال برقی پریس۔

۳۔ ناظم مستشار العلماء پنجاب لاہور ۔ قادیانیت اور اُس کے مقتدا،ص:۴۸۔نیوانڈیا پرنٹنگ پریس، لاہور۔

۲۹۷ء۸۹۳ غلام جیلانی برق

ب۱۴۱ح حرفِ محرمانہ،ص: ۴۴۰۔علمی پرنٹنگ پریس، ہسپتال روڈ، لاہور۔

۲۹۷ء۸۹۳ محمد شفیع جوش

ج۸۰ق قادیانی اُمت،ص:۱۴۱۔مجلس اخوت اسلامیہ، پاکستان ۔

۲۹۷ء۸۹۳ مرزا محمد حسین

ح۵۳۶ف فتنہ اِنکارختم نبوت ،ص: ۲۸۷۔ محمد اشرف تاجر کتب کشمیری بازار۔ لاہور

۲۹۷ء۸۹۳ محمد شفیع مسکین

م۶۲۷۲م مرزائیت کیا ہے؟ ،ص: ۲۷۲۔ اِسلامی اکادمی، اُردو بازار، لاہور۔

۲۹۷ء۸۹۳ سعید مجتبیٰ

س۴۰۹م مقالات ختم نبوت،ص:۱۰۶۔ناشر دارالسعادۃ۔

۲۹۷ء۸۹۳ ابواحمد رحمانی (مجموعہ۵ کتب)

۲۸۱۱ف فیصلہ آسمانی (حصہ اول)،ص:۸۰۔سٹیم پریس، امرتسر۔

۲۔ابواحمد رحمانی ۔ فیصلہ آسمانی (حصہ دوم)،ص:۸۱۔ مطبع رحمانیہ، مونگیرہ۔

۳۔بشیر احمد عثمانی ۔الشاب الخاطف المرتاب،ص:۳۸۔ قاسمی پریس، دیوبند۔

۴۔سید مرتضیٰ حسن چاند پوری ۔ قادیانیوں سے ستر سوالات،ص:۳۲۔مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان ۔

۵۔گوہرالدین ۔ برق آسمانی برخرمن قادیانی،ص:۳۴۔ الیکٹرک پریس، امرتسر۔

۲۹۷ء۸۹۳ محمد بشیر سہسوانی

ب۵۹۳ح الحق الصریح فی اثبات حیاۃ المسیح،ص: ۱۳۲۔ مطبع انصاری، دہلی۔



فخرِ نبوت ﷺ

علم کا لہجہ نطقِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم
خوشبو خوشبو صورت و سیرت صلی اللہ علیہ وسلم

بخشش یزداں ، مشعلِ فاراں ، شارحِ قرآں ، حاصلِ ایماں
جانِ تمنا ، نورِ ہدایت صلی اللہ علیہ وسلم

خلق کا رہبر ، شافعِ محشر ، زہد کا پیکر حسن کا محور
ذاتِ گرامی فخرِ نبوت ، صلی اللہ علیہ وسلم

اوجِ بشر معراجِ رسالت شاہِ امم سرتاجِ رسالت
سلطانی میں عجز قناعت صلی اللہ علیہ وسلم

موجۂ نکہت طرزِ خطابت ، جملہ جملہ حسنِ فصاحت
فقرہ فقرہ درسِ شریعت صلی اللہ علیہ وسلم

خنداں خنداں چہرۂ تاباں ، معطر جانِ بہاراں
شاہدِ رعنا زینتِ جنت صلی اللہ علیہ وسلم

(راسخ عرفانی)